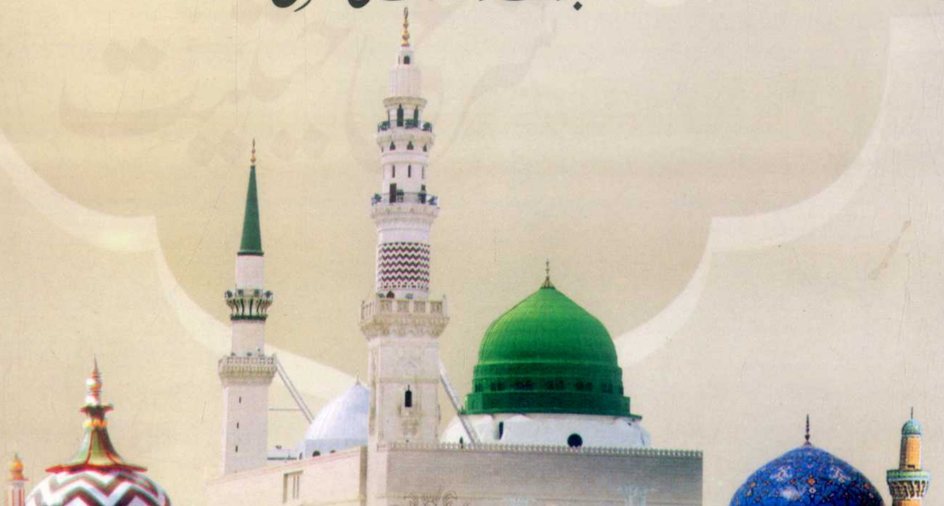
# عُرس

## کی شرعی حیثیت

### و بدعت واحداث کی تشریح



از قلم

علامہ مفتی غلام حیدر نقشبندی رضوی
شیخ الحدیث جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد

ناشر: فیضِ رضا پبلیکیشنز مصطفیٰ آباد سرگودھا روڈ فیصل آباد Ph:041-8788807

# عُرس

کی

# شرعی حیثیت

و

## بدعت واحداث کی تشریح

از قلم

علامہ مفتی غلام حیدر نقشبندی رضوی

شیخ الحدیث جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد

نام کتاب : ''عرس'' کی شرعی حیثیت و بدعت واحداث کی تشریح
تصنیف : جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ مفتی غلام حیدر نقشبندی دام ظلہ
زیر اہتمام : حضرت خواجہ صوفی محمد بشیر نقشبندی مجددی
معاونِ اشاعت : صاحبزادہ محمد عطاء المصطفیٰ نوری
نظرِ ثانی : مفتی محمد حنیف قادری، مفتی محمد سعید رضوی
معاونین : حافظ محمد ایوب اعوان، حافظ صفدر سلطان سیالوی
پروفیسر حکیم رشید احمد نقشبندی مجددی
سرورق : محمد اجمل (خطاط القرآن)
ڈیزائننگ : عدیل الرحمٰن اطہر
کمپوزنگ : سعید احمد قادری
مطبع : البغداد پرنٹرز مصطفیٰ آباد سرگودھا روڈ فیصل آباد 041-8788807
ناشر : مکتبہ فیضِ رضا پبلیکیشنز جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد
ہدیہ :

## کتاب ملنے کے پتے

- غوثیہ بلالیہ دواخانہ پشاور صدر
- جامعہ انوارِ رسالت اعوان والا پل ستیانہ روڈ فیصل آباد
- مکتبہ فیضِ رضا پبلیکیشنز جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد
- غوثیہ بلالیہ دواخانہ الٰہیہ آباد ستیانہ روڈ فیصل آباد



# پہلے اسے پڑھیے

''عرس کی شرعی حیثیت'' یہ رسالہ جامعہ بحوثِ دلآرا اور نصوصِ حقائق افشاں پر مبنی وموسس ہے دراصل ایک استفتاء کا جواب ہے جو کہ اس دور کے عظیم صاحب عرفان وایقان، دریائے فیوض فراوان، مصنفِ ذیشان استاذ الاساتذہ والمتخصصین جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ مفتی غلام حیدر نقشبندی صاحب دام ظلہ کے حضور سلسلہ نقشبندیہ کے روحانی پیشوا پیر طریقت حضرت خواجہ صوفی محمد بشیر نقشبندی مجددی دامت برکاتہم العالیہ نے پیش کیا۔

سائل کو درکار وضاحت نیز اولیاء اللہ کے مبغضین، متعصبین اور معترضین کے گمراہ کن اعتراضات سے محبینِ مزارات اولیاء کے عقائد کے تحفظ کے پیش نظر یہ فتویٰ ایک کتابی شکل اختیار کر گیا۔

حضور قبلہ مفتی صاحب نے اپنے افکارِ عالیہ، تحقیق انیق، تدقیق عجیب، اصح ترین اسانید ومراجع سے استفادہ کرتے ہوئے اور زندہ وتابندہ اسلوبِ بیان سے اعراسِ بزرگانِ دین کی شرعی حیثیت کو بے غبار کر کے مثلِ آفتاب آشکارا کر دیا۔ نہ صرف جدید تحقیق اور عمیق تبحر وتمہر سے اس متنازعہ مسئلہ کا حل کیا بلکہ یہ کتاب پڑھنے والے کے لئے باعثِ طمانیت، وجہِ فرحت جان، سببِ ازدیادِ ایمان بنتی ہے۔

قارئین سے گزارش ہے کہ اس کتاب کو شوق فراواں اور ذوقِ محبت سے پڑھیے نیز اپنے احباب ومتعلقین کو تحفہ میں پیش کریں۔

اللہ رب ذوالجلال قبلہ استاذ محترم کو صحت وعافیت کے ساتھ مسلک حق اہلسنت پر سایہ کناں رکھے۔ آمین

خادم علم وعلماء
محمد فاروق قادری
تخصص فی الفقہ الاسلامی

# فہرست





بسم اللہ الرحمن الرحیم

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ یہ جو بزرگانِ دین کے عُرس منائے جاتے ہیں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نام پر عرس ہوں یا اولیاء کرام کے نام، ان کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ بعض لوگ انہیں بدعت اور بعض ناجائز کہتے ہیں اور عرس منانے والوں کو طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن وسنت میں یا دورِ صحابہ میں کسی عرس کا ذکر نہیں یہ کہاں سے نکال لیا گیا ہے؟

قرآن وسنت کی روشنی میں اس کام کی شرعی حیثیت بتائی جائے تا کہ حق بات واضح ہو جائے۔ شکریہ

سائل۔ **حکیم صوفی محمد بشیر نقشبندی مجددی**

غوثیہ بلالیہ دواخانہ جندر گلی

صدر پشاور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## الجواب بتوفیق اللہ الفتّاح الوھّاب

اس مسئلہ کی حقیقت جاننے کیلئے ضروری ہے کہ پہلے لفظ ''عرس'' کی لغوی اور اصطلاحی تعریف معلوم کی جائے پھر اس کی ہیئتِ ترکیبی میں غور کیا جائے، پھر اس ترکیب میں آنے والے اجزاء کی حقیقت دیکھی جائے اور ان اجزاء میں قرآن وسنت کی روشنی میں بحث کی جائے۔ اگر یہ اجزاء ترکیبیہ حلال، جائز اور پاک ہوئے تو جو مرکب ہیئت وجود میں آئے گی ظاہر ہے کہ وہ حلال، جائز اور پاک ہوگی۔ اور اگر وہ

اجزاء کل یا بعض اس کے خلاف ہوئے تو وہ مرکب بھی اُس مرکب کے خلاف حیثیت کا ہوگا۔ اور یہ وہ بات ہے کہ حکیم لوگ تو حکیم ہی ہیں عام لوگ بھی اس کا انکار نہیں کر سکتے، ہاں کوئی پاگل یا مجنون ہو تو اس کی بات کا تو لحاظ ہی نہیں کیا جاتا کیونکہ وہ شریعت سے آزاد ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی ابدی بد بخت ہے تو اسے نصیحت اثر نہیں کر سکتی کیونکہ انہیں ڈرانا نہ ڈرانا برابر ہے وہ ایمان نہیں لاتے کیونکہ ان کے دلوں پر مہریں (کفر و بد بختی کی) لگادی گئی ہیں اور کانوں پر بھی اور ان کی آنکھوں پر پردے پڑ چکے ہیں۔ (از سورہ بقرہ)

نیز چونکہ ان کا آخری مسکن وٹھکانہ دوزخ ہے کیونکہ ان کی پیدائش میں حکمت ربانی ہی یہی ہے وہ کیونکر مانیں گے اور کیسے تسلیم کریں گے جبکہ ان کے دل تو ہیں لیکن ان دلوں میں سمجھ نہیں اور آنکھیں ہیں لیکن وہ ان کے کام کی نہیں اور کان بھی ہیں لیکن سننے سے عاری۔ وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ، وہی غافل ہیں۔ (از سورہ اعراف آیہ نمبر 179)

اس مضمون کے آخر پر جا کر بالکل واضح ہو جائے گا کہ عرس کے منکرین اسی زمرے میں ہیں جن کا قرآن پاک کی ان آیتوں میں ذکر ہوا ہے۔

## لفظ عرس کا لغوی ماخذ:

تاج العروس میں لکھا ہے: اَلْعُرْسُ اِسْمٌ مِنْ اَعْرَسَ الرَّجُلُ بِاَهْلِهٖ ثُمَّ تُسَمَّى الْوَلِيْمَةُ عُرْساً۔

ترجمہ: عرس، اَعْرَسَ الرَّجُلُ بِاَهْلِهٖ سے "اسم" ہے پھر ولیمہ کا نام عرس رکھا جاتا ہے۔

پھر آگے لکھتے ہیں: "وَالْعُرْسُ اَيْضاً النِّكَاحُ لِاَنَّهُ الْمَقْصُوْدُ بِالذَّاتِ مِنَ الْاِعْرَاسِ" یعنی عرس شادی کو کہتے ہیں کیونکہ شادی ہی بالذات اعراس سے مقصود



ہوتی ہے یعنی شادی کا اظہار اور خوشی۔

پھر آگے لکھتے ہیں کہ: جب کوئی عرس یعنی دعوت ولیمہ تیار کرے تو (عربی میں) کہا جاتا ہے۔ اَعْرَسَ الرَّجُلُ ۔ یعنی آدمی نے عرس کیا۔

نہایۃ ابن اثیر میں اسی لفظ "عرس" پر بحث کرتے ہو مصنف (ابن اثیر) لکھتے ہیں۔ ومنہ حدیث حسان: "كَانَ اِذَا دُعِيَ (النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) اِلٰى طَعَامٍ قَالَ: أَفِيْ عُرْسٍ اَمْ خُرْسٍ". يُرِيْدُ بِهٖ طَعَامَ الْوَلِيْمَةِ وَهُوَ الَّذِيْ يُعْمَلُ عِنْدَ الْعُرْسِ.

ترجمہ: اور اسی (لفظ کی مثال) میں سے حضرت حسّان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ جب بلائے جاتے (نبی اکرم ﷺ) کھانے کی طرف یعنی دعوت میں تو آپ ﷺ فرماتے کہ یہ دعوت عُرس میں ہے یا خُرس یعنی بچے کی ولادت کی خوشی میں۔ آپ ﷺ اس سے دعوتِ ولیمہ مراد لیتے اور یہ وہ کھانا ہے جو شادی کے وقت تیار کیا جاتا ہے۔

لسان العرب میں ہے۔ اَلْعُرْسُ "مِهْنَةُ الْاِمْلَاكِ وَالْبِنَاءِ وَقِيْلَ طَعَامُهٗ خَاصَّةً"۔ یعنی عرس سے مراد ہوتی ہے مالک بنائے جانے اور عمارت تعمیر کرنے پر کی جانے والی خدمت اور کہا گیا ہے کہ خاص اس کی دعوت بھی "عرس" کہلاتی ہے۔

پھر آگے لکھتے ہیں۔ وَتُسَمَّى الْوَلِيْمَةُ عُرْساً وَفِي الْحَدِيْثِ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا دُعِيَ اَحَدُكُمْ اِلٰى وَلِيْمَةِ عُرْسٍ فَلْيُجِبْ.

ترجمہ: اور ولیمہ کو عرس کہا جاتا ہے اور حدیث پاک میں ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: "جب تم میں سے کسی کو ولیمۂ عرس کی دعوت دی جائے تو اسے قبول کرنی چاہیے

المعجم الوسیط میں لکھا ہے: "اَلْعُرْسُ التَّزْوِيْجُ وَالْوَلِيْمَةُ"۔ یعنی عرس "شادی اور دعوت ولیمہ ہے۔" کئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نام ہی "عرس" تھے جیسے حضرت عرس بن عمیرہ کندی، حضرت عرس بن عامر، حضرت عرس بن قیس رضوان اللہ علیہم۔

لفظ عُرس کی اس لغوی بحث سے معلوم ہوا کہ یہ لفظ لغت عرب میں مشہور

ومعروف لفظ ہے اور کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔اور جن معانی میں استعمال ہوتا ہے ان میں خوشی وبشارت کی خوب جھلک ہے۔ نیز احادیث نبویہ علی صاحبھا الصلوۃ والسلام میں بھی ایسے ہی معانی کیلئے اس کا استعمال موجود ہے اور یہ کہ کسی کام یا حالت یا ذات کا نام ''عرس'' رکھا جانا لغت عرب میں جاری وساری ہے۔اور یہ کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ ظاہری میں ایسی چیزوں یعنی کسی کام، حالت یا ذات کا نام ''عرس'' ہونا یا رکھا جانا ثابت ہے۔اور یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی چیز میں اس لفظ کا لغوی معنی نہ بھی پایا جائے تو بھی اس کا نام ''عرس'' رکھا جا سکتا ہے۔جیسے بعض صحابہ کرام کے پیدائشی نام ہی ''عرس'' تھے حالانکہ بوقت ولادت جب ان کے نام رکھے گئے تھے اس وقت ان کی شادیاں یا بیویوں کے ساتھ بنا کرنا یا ولیمہ کرنا وغیرہ تو ہو نہیں سکتا اور پھر لغوی عدمِ مناسبت کی وجہ سے حضور نبی اکرم ﷺ نے ان کے نام تبدیل بھی نہیں فرمائے تھے، حالانکہ آپ ﷺ کی سنت کریمہ تھی کہ لوگوں کے ناجائز اور نامناسب نام آپ علیہ الصلوۃ والسلام تبدیل فرمادیا کرتے تھے۔

اس سے یہ بات تو بالکل ظاہر ہوگئی کہ آج بھی کسی کا نام ''عرس'' رکھا جا سکتا ہے۔اسی طرح کسی خوشی والے کام یا حالت کا نام ''عرس'' رکھنا بالکل جائز ہے اور شریعت کے عین موافق ہے۔ کیونکہ شریعت ولغت سے اس کا جواز ثابت ہے منع نہ وارد ہے نہ ثابت ہے۔

## عرس کا اصطلاحی مطلب:

ہمارے عرف میں یہ لفظ مذکورہ بالا لغوی معانی واستعمال سے منقول ہو کر ایک مخصوص کام کا نام رکھ دیا گیا ہے جو کئی معانی ومطالب اور افعال کا مرکب اور مجموعہ ہے۔اور منقول کی کئی قسمیں ہیں۔ مثلاً منقول شرعی جیسے لفظ صلوٰۃ ایک مخصوص عبادت کا نام ہے جو کئی افعال واقوال واحوال کا مجموعہ ہے جبکہ صلوۃ کے لغوی معانی



کچھ اور ہیں۔اور مثلاً منقول عرفیِ خاص کہ کوئی مخصوص قوم یا طبقہ کسی معنی اور مطلب کو تعبیر کرنے کیلئے کسی لفظ کو اختیار اور معین کر لیتے ہیں جیسے علم تجوید والے کہتے ہیں حروف شمسی، حروف قمری، حالانکہ سورج یا چاند کے ساتھ انکی لغوی یا عرفی عام مناسبت نہیں اور مثلاً ''عرفی عام'' کہ عام لوگوں نے کس چیز کی تعبیر کیلئے کسی لفظ پر اتفاق کر لیا ہو۔جیسے لفظ ''جہاز'' مثلاً، طیارے کو کہتے ہیں اور بحری بیٹری یا بیڑے کو بھی حالانکہ جہاز کا لغوی معنی یہ نہیں ہے۔پوری بحث علم منطق کی کتب میں الفاظ کے ''متعدد المعنی'' بیان میں پڑھ لیں۔

اور یہ جملہ بھی کتب فنون میں کئی کئی بار آتا ہے کہ: ''لَا مَشَاحَةَ فِي الْاِصْطِلَاحِ''۔ یعنی اصطلاح باندھ لینے میں کوئی حرج نہیں۔حتی کہ کوئی آدمی انفرادی طور پر کسی معنی یا چیز کی تعبیر کیلئے کوئی اصطلاح وضع کر لے تو اس کو منع نہیں کیا جاسکتا۔نہ نقل منع کر کے منقول سے روکا جاسکتا ہے۔نہ کسی کو اصطلاح سے روکا جا سکتا ہے۔لہذا جب ایک مخصوص چیز جو کئی امور کا مجموعہ ہے اور وہ امور بھی عینِ شریعت کے امور ہیں اور معانی لغویہ اور لغوی استعمال کے بھی وہ چیز اور اس میں پائے جانے والے ترکیبی اجزاء بالکل مناسب، موافق اور جائز ہیں تو ان سے کیسے روکا جاسکتا ہے اور کون روک سکتا ہے۔سوائے کسی پاگل یا بے وقوف اور مجنون کے۔

دیکھیں نا! مثلاً کئی لوگوں بلکہ پوری پوری جماعت اور پورے پورے فرقے نے کئی اصطلاحی نام کئی چیزوں اور کاموں کے رکھے ہوئے ہیں اور ان کاموں یا ناموں کا نشان تک قرون ثلاثہ یعنی زمانہ نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام، زمانہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اور زمانہ تابعین رحمھم اللہ تعالیٰ میں نہیں ملتا، مثلاً سالانہ جشن دیوبند، صد سالہ جشن دیوبند، سالانہ ختم بخاری دیوبند سالانہ تبلیغی اجتماع رائے ونڈ، سالانہ یوم تاسیس اہل حدیث سالانہ تربیتی اجتماع جماعت اسلامی، اہل حدیث کنوینشن مینار

پاکستان لاہور، تربیتی کنونیشن موچی دروازہ اہل حدیث ،سالانہ یا ماہانہ تربیتی ورکشاپ سلفیہ، اسی طرح گنتے جائیں ان امور کے دن بھی پکے مقرر ہوتے ہیں اور نام بھی مستقل ایسے ہی دیو بندی۔ یہ نسبت قرون ثلثہ میں وجود نہیں رکھتی نہ کوئی صحابہ کی ایسی جماعت یا فرقہ تھا جس کا نام جماعت اسلامی یا جماعت دیو بند یا تبلیغی جماعت یا جمعیت علماء اسلام ہو، نہ جماعت اہلِ حدیث، نہ سلفیہ فرقہ کا نام صحابہ کی کسی جماعت کا تھا۔ ایسے ہی صحابہ کی کسی جماعت یا گروہ کا نام لشکر جھنگوی ،حزب اسلامی، لشکر طیبہ، جماعتِ دعوت وارشاد، اور پتہ نہیں کتنی ایسی تنظیمیں اور فرقے ہیں سب کے نام ذکر کرنا متعذر ہے۔ پس جو شرعی دلائل اور حجتیں ان ناموں اور کاموں کے جواز پر راہنمائی کر سکتے ہیں وہی دلائل اور حجتیں ''عرس'' کے نام اور عرس منعقد کرنے کے ہیں، اتنی بڑی محنت یا مشقت اٹھانے کی ضرورت نہیں۔

## عرس کا تعارف:

یاد رہے کہ ''عرس'' سے ہماری مراد وہ عرس ہے جو شرعی امور و وظائف پر مشتمل ہو۔ اگر کسی قوم یا بعض لوگوں نے ہندوانہ میلے کو عرس کا نام دے رکھا ہو تو ایسے عرس کی ہم یہاں بحث نہیں کر رہے نہ ہی ہمارا اس سے کوئی تعلق نہ ہی اہلِ سنت و جماعت کے عقائد و نظریات جو کہ کُتبِ اہلِ سنت و جماعت میں مذکور اور ظاہر ہیں ان کا ایسی حرکات کی طرف کوئی میلان یا کوئی ایسی علمی یا عملی تربیت و تعلیم۔ اگر کہیں ہے تو کوئی دکھائے۔ ایسے واہیات لوگ اگر اپنے آپ کو اہلِ سنت و جماعت کہیں تو ہم ان کا منہ نہیں پکڑ سکتے جیسے اور کئی گمراہ اور بے دین اور بدمذہب اور بدعقائد اپنے آپ کو اہلِ سنت و جماعت کہتے ہیں تو ہم ان کا کیا کر سکتے ہیں ہاں ان کے افعال و حرکات اور احوال سے ظاہر ہو رہا ہوتا ہے کہ وہ حقیقت میں اہلِ سنت و جماعت نہیں بلکہ جھوٹے ہیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کا فضل و کرم ہے کہ وہ حق و باطل کو ظاہر



فرماتا رہتا ہے، "وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" ۔ ایسے بدلوگوں کے افعال، کردار یا نظریات وعقائد کی وجہ سے اہلِ سنت و جماعت کو مطعون نہیں کیا جاسکتا نہ یہ کہا جا سکتا ہے دیکھو! یہ سُنّی لوگ کیا کر رہے ہیں یا کیسے عقائد و نظریات رکھتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے خواہ مخواہ اپنا نام اہلِ سنت یا سُنی رکھا ہوتا ہے، جیسے مثلاً ملک روس یا چین کے غیر مسلم اپنا نام اہلِ حدیث یا دیو بندی رکھ لیں یا اپنے بعض بے ہودہ کاموں کا نام حج یا روزہ یا زکوٰۃ رکھ لیں تو اس سے اہلِ حدیث یا دیو بندیوں پر کیا اعتراض کیا جا سکتا ہے یا اہلِ اسلام پر ان عبادات کے نام پر کیا کہا جا سکتا ہے یا کیا اعتراض کیا جا سکتا ہے۔ کیا کہا جا سکتا ہے کہ دیکھو روسی یا چینی غیر مسلم اہلِ حدیث یا دیو بندی ہیں یا ان کے وہ کام حج ،روزہ یا زکوٰۃ ہیں۔ ہرگز نہیں۔ ایسے ہی کچھ گمراہ لوگ اپنے کو سنی کہتے پھریں یا اپنے ہندوانہ میلے کو ''عرس'' کا نام دے لیں تو اس سے اہلِ سنت و جماعت کے بزرگوں کے عین مطلوبِ شرعی امور و وظائف والے شرعی مطالب کے حامل عرس پر تو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ وہ عرس اور ہے یہ عرس اور۔ جیسے روس و چین کے مفروضہ اہلِ حدیث اور ہیں یہ اور ہیں ان کے دیو بندی (فرضی) اور ہیں یہ دیو بندی اور ان غیر مسلموں کے فرض کردہ شدہ حج روزہ اور زکوٰۃ اور ہے اسلام کے اور۔

ہم یہاں جس عرس کی بحث کر رہے ہیں اس سے مراد وہ عرس ہیں جو بزرگانِ دین کے تذکرہ اور ان کی صفات وسیر (جمع سیرت کی) اور احوال بیان کرنے اور ان کی تعلیمات کو عام کرنے اور دین اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لئے منعقد کیے جاتے ہیں، جن میں تلاوتِ قرآنِ حکیم، ذکرِ الٰہی تعالیٰ، نعت رسول پاک ﷺ ،مناقب وفضائل صالحین ، اور تذکیر بایام اللہ تعالیٰ ، تذکیر بآلاء اللہ عزوجل تذکیر بمواعظِ شرعیہ اور تذکیر باحکام اللہ ہوتی ہے۔ اور یہ وہ تذاکیر ہیں جن پر قرآن کے مضامین کی بنیاد ہے جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے اپنی تصنیف ''الفوز الکبیر فی اصول التفسیر'' میں

لکھا ہے اور انہی تذاکیر کی وضاحت میں وہ تصنیف مذکور مرتب کی ہے۔ پھر حاضرین کی طعام وغیرہ ہدایا وتحائف سے خاطر تواضع کی جاتی ہے اور ان خطیر وعظیم القدر اور وفیر الحجم نیکیوں کا بزرگانِ پاک اور عامۂ مومنین کو ایصال ثواب کیا جاتا ہے۔ لوگ مختلف جگہوں، مختلف قبائل وخاندانوں سے جمع ہوتے ہیں محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر، ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں۔ باہمی الفت ومحبت کا اظہار کرتے ہیں۔ نیکوکار مزید نیکیوں کی ترغیب پاتے ہیں۔ اور بے علم مسائل شرعیہ کا ادراک پاتے ہیں۔ اور کئی گناہگار تائب ہوجاتے ہیں، کئی بزرگان دین کے ہاتھوں بیعت ہوکر صراط مستقیم پر گامزن ہوجاتے ہیں اور سب کے سب اپنے دامنوں اور نامۂ اعمال میں اتنی نیکیاں سمیٹ کر اور مزین کر کے آپس میں سلام دعا مصافحہ ومعانقہ کر کے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں۔ ذکر الٰہی کرتے اور درود وسلام پڑھتے ہوئے آتے ہیں اور اسی طرح ہشاش بشاش اپنے قلوب واذہان کو منور کر کے اور اپنے ایمانوں کو تازہ کر کے وہی ذکر الٰہی کرتے ہوئے اور درود وسلام پڑھتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔

یہ ہے اس عرس پاک کی ھیئۃ ترکیبی جس کو ہم اہلِ سنت وجماعت عرس کہتے ہیں اور جس کو ہم مناتے ہیں۔ اگر کوئی آدمی ہمارے اس بیان پر مطمئن نہ ہو تو بریلی شریف اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہلِ سنت الشاہ احمد رضا بریلوی صاحب قدس سرہ وعلیہ الرحمہ کے عرس پاک میں جاکر شامل ہوجائے یا محدث اعظم پاکستان جناب مولانا علامہ الحاج سردار احمد صاحب علیہ الرحمہ یا مفتی اعظم پاکستان جناب سید ابو البرکات سید احمد علیہ الرحمہ یا ایسے ہی اہلِ سنت وجماعت کی دیگر خانقاہوں پر جہاں شرعی نظام قائم ہے جاکر معلوم کرے اور مطمئن ہوجائے کہ واقعی اہلِ سنت وجماعت کے بزرگوں کے عرس جو سنی لوگ مناتے ہیں یہی ہیں جن کی ھیئۃ ترکیبی پچھلے صفحہ پر بیان ہوئی ہے۔ ہاں اگر کسی زمانہ میں بدتمیز اور نابجار لوگ بزرگوں کے اعراس میں



برائیاں شامل کرلیں یعنی اس کی ھیئۃ ترکیبی کو تبدیل کردیں تو وہ برائیاں ختم کرنی چاہییں یہ نیکی کے کام نہیں بند کرنے چاہیں۔ جیسے مثلاً بیت اللہ کعبۂ مکرمہ اور مسجد حرم میں کسی زمانہ میں بت نصب کردیئے گئے تھے اور ان کی باقاعدہ پوجا پاٹ کی جاتی تھی تو اس وجہ سے بیت اللہ گرایا یا ڈھایا نہیں گیا تھا نہ مسجد حرم میں عبادت اسلامی معطل ہوئی تھی بلکہ بتوں کو گرا کر باہر پھینکوا دیا گیا تھا اور بتوں کے پجاریوں کو روک دیا گیا اور مار بھگایا گیا تھا۔ یا آج اگر عید کے دن لوگ بجائے عبادات کے کھیل تماشے اور بے ہودگی کرنے لگیں تو اسلامی عید کو نہیں بند کیا جائے گا یہ کھیل تماشے اور بے ہودگیاں روکی جائیں گی۔ یا مثلاً نماز پڑھتے وساوس آتے ہوں تو وساوس دور کرنے کی کوشش کی جائے گی نماز نہیں چھوڑ دی جائے گی۔ کیا بدیوں کے در آنے سے نیکیاں چھوڑ دینی چاہییں؟ ہرگز نہیں کوئی عاقل مسلمان ایسا نہیں کہہ سکتا۔ دیکھیں نا! مثلاً رائے ونڈ کے سالانہ تبلیغی اجتماع میں یا جماعت اسلامی کے سالانہ جلسہ میں سرحد یا علاقہ غیر کے ارکان اور تبلیغیے وہاں سے افیون، چرس اور ہیروئن پاؤڈر وغیرہ یا ناجائز اسلحہ لاکر کاروبار شروع کردیں یا کرتے ہوں تو ظاہر ہے کہ یہ جماعتیں اپنے اجتماع وپروگرام بند نہ کریں گی ممکن ہے وہ برائیاں روکنے کی کوشش کریں۔

عرس مبارک کی جو ہیئت ترکیبی ہم نے بیان کی ہے جو کہ واقعہ کے مطابق ہے۔ اس میں کون سا ایسا جز اور کونسا ایسا کام ہے جو کہ بدعت ہے اور شرع شریف کے عین مطابق نہیں یہ سارے کام مباح ومشروع ہیں اگرچہ ان میں کچھ مشروعات واجب کی حد تک اور کچھ سنت کچھ مستحب جن کا جامع نام مشروعات ومباحات ہی ہوگا اور حکیم صاحب آپ ہی بتائیں کہ عین مشروعات کے مجموعہ سے جو مرکب چیز یا کام ہوگا وہ مشروع ہی ہوگا یا غیر مشروع؟ ظاہر ہے کہ مشروع ہی ہوگا۔ اس بات کا کوئی اور جواب بالکل نہیں ہوسکتا۔

امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "اِذَا لَمْ یَحْرُمِ الْآ حَادُ فَمِنْ اَیْنَ یَحْرُمُ الْمَجْمُوْعُ" یعنی جب کسی چیز کی اکائیاں حرام نہ ہوں تو مجموعہ کہاں سے حرام ہوگا۔ پھر آگے فرماتے ہیں۔ اَنَّ اَفْرَادَ الْمُبَاحَاتِ اِذَا اجْتَمَعَتْ کَانَ ذَالِكَ مُبَاحًا ۔یعنی جب مباح چیزوں کے افراد (اجزاء) جمع ہوں تو وہ (مجموعہ) مباح ہی ہوتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ شریف کتاب الجنائز از احیاء العلوم شریف) چلو ملاں جی سے پوچھ لیتے ہیں کہ جناب مثلاً پاک اور حلال سوجی، پاک اور حلال چینی، پاک و حال گھی، پاک اور حلال پانی اگر کچھ میوہ جات میسر ہوں وہ بھی پاک وحلال آگ بھی شرعی طور پر جائز یعنی کسی دوسرے تبلیغیے کے سلنڈر سے چوری کی آگ یا غصب یا بغیر مالک کی اجازت کے نہ ہو۔ اب ان چیزوں کا ایک مرکب تیار ہوگا جس کے نام سے آپ ہی نہیں سب ملاں خوب واقف ہیں یہ مجموعہ حلال اور پاک ہوگا یا آپ کہیں گے کہ یہ چیزیں اکیلی اکیلی تو حلال و پاک تھیں جب جمع ہوگئی ہیں تو حرام اور ناپاک ہوگئی ہیں یا بدعت اور شرک ہوگئی ہیں؟

ہاں اگر کوئی کہے کہ یہ کام تو سارے مشروع ہیں، جائز ہیں، باعث ثواب اور بڑے دینی مقاصد کے اسباب و ذرائع ہیں، لیکن ان کے لئے دن مقرر کرنا یا جگہ مقرر کرنا کہاں لکھا ہے یہی چیز تو بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (جیسے کہ ان منکرین محاسن کا وطیرہ ہے) تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس اور اس طرح کے دیگر کئی کاموں کیلئے دن مقرر کرنا یا جگہ مقرر کرنا اسی جگہ لکھا ہوا ہے جہاں تبلیغی اجتماع کے لئے سالانہ وقت مقرر کرنا یا رائے ونڈ جگہ مقرر کرنا لکھا ہے یا جہاں جماعت اسلامی کے اجتماع کیلئے سالانہ وقت مقرر کرنا یا جگہ یعنی منصورہ یا موچی وغیرہ کا دروازہ مقرر کرنا یا جشن دیوبند کیلئے سالانہ وقت مقرر کرنا یا دیوبند یا پشاور جگہ مقرر کرنا یا اہل حدیث کیلئے سالانہ کانفرس، کنوینشن اور ورکشاپ کیلئے وقت مقرر کرنا اور مینار پاکستان جگہ مقرر کرنا



یا ختم بخاری کیلئے سالانہ وقت مقرر کرنا یا مدارس وغیرہ میں جگہ مقرر کرنا۔ انہیں کتابوں اور انہی سطور اور انہی عبارات میں یہ عرس کے لئے وقت وجگہ مقرر کرنا لکھا ہے اگر کسی کو وہاں نظر نہ آئے تو اس کی اپنی نگاہ کا قصور ہے دوسرے کیا کریں۔ یہ تو تھا الزامی جواب اور اس کا تحقیقی جواب سطور ذیل میں ملاحظہ کریں یہ جواب تمہارے اپنے ان مذکورہ کاموں میں بھی تمہیں کام آئیگا کیونکہ امید ہے کہ تمہارے پاس تمہارے اپنے ان کاموں کا کوئی جواب نہ ہوگا نہ تمہارے معلمین نے تمہیں بتایا ہوگا نہ خود ہی انہیں اس سے آگاہی ہوگی نہ تمہارا یا ان کا یہ شعبہ ہے نہ اس میدانِ تحقیق میں مجالِ دخول۔ یہ کام مدنی فیوض و برکات کی تائید سے ہوتے ہیں جو ابو حنیفی وقادری وسائط سے بریلی کے تاجدار امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے در سے ضوٗ افشاں ہوکر ماننے والوں کے قلوب واذھان پر جلوے ڈالتے ہیں۔

پس معلوم ہونا چاہیے کہ (ا) کوئی بھی کام اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کوئی کام ہو وجودِ زمانہ کے بعد یا مخلوق میں سے کسی کا کام ہو اس کے لئے تعین و تعیینِ وقت ضروری ہے کیونکہ اب جب بھی کوئی کام پایا جائے گا۔ زمانہ وقت تو پایا جائے گا بغیر وقت کے تو کوئی کام واقع نہیں ہوسکتا اور پھر زمانہ و وقت کی مطلقاً نسبت کسی کام کیلئے برابر ہے قریب کے زمانے کی طرف بھی بعید کی طرف بھی گذشتہ میں بھی ہو سکتا تھا حال میں بھی ہوسکتا ہے۔ مستقبل میں بھی، جمعرات کو بھی ہوسکتا ہے سوموار کو بھی، رمضان میں بھی ہوسکتا ہے محرم شریف میں بھی، جب اس کو واقع کرنا ہے یا واقع ہونا ہے۔ وقوع وایقاع کیلئے زمانہ کی تعیین میں مرجح کا ہونا لازمی ہے۔ اور وہ مرجح اللہ تعالیٰ کا ارادہ یا بندہ کا ارادہ ہے بتقدیر الٰہی۔ اب ظاہر ہے کہ جب اس کام کا وقوع ہونا یا ایقاع کرنا ہے تو وقت کی تعیین تو خود بخود ہونی ہے اور ایک نہ ایک معین وقت میں ہی اس نے ہونا ہے۔ پھر جب بھی کوئی کسی قسم کا کام کرے تو اس پر اعتراض ہوگا کہ یہ

کام اس وقت میں کیوں کیا کسی دوسرے وقت میں کیوں نہ کیا۔ پھر فرض کرو دوسرے کسی وقت میں وہ کام کرتا ہے اس کو پھر وہی کہا جائے گا کہ اس وقت میں یہ کام کیوں کیا کسی دوسرے میں کیوں نہ کیا، اس طرح سلسلہ چلتا رہے گا اور کام ہو ہی نہ سکے گا۔ پھر اگر وہ کام کرنیوالا کہتا ہے کہ اے اعتراض کرنیوالے تو ہی بتا کہ میں یہ کام کسی وقت میں کروں اب یہ کہتا ہے فلاں وقت میں کرو اب وہ کام کرنے والا کہے گا تو نے یہ وقت کیوں بتایا کوئی اور کیوں نہیں بتایا ادھر سے بھی ایسا ہی سلسلہ چلتا رہے گا اور وہ کام کبھی نہ ہو سکے گا۔

(۲) جب فاعل کسی کام کو وقت کی مناسبت سے کرتا ہے تو اس کے پاس کوئی وجہِ مرجح ہوتی ہے مثلاً کسان نومبر کے مہینے میں گندم کاشت کرتا ہے مارچ اپریل میں نہیں کرتا کیونکہ اس کے پاس وجہ مرجح موجود ہے کہ گندم نومبر والے موسم میں اُگ کر پکتی ہے دوسرے کسی موسم میں نہیں۔ اسی طرح ہر ممکن چیز کا کسی خاص وقت میں وقوع یا ظہور پذیر ہونا ارادہ الٰہی کے متعلق ہے اپنی ذات میں اس کا ہونا نہ ہونا اور ہونا تو کسی بھی زمانہ میں ہوسکنا برابر ہے۔ اسی طرح یہ سمجھ لیں کہ بندے اپنے کاموں کے لئے جو وقت معین کرتے ہیں وہ کسی وجہ مرجح کی بناپر کرتے ہیں جو ان کے ارادہ حادثہ کی بنیاد پر بتقدیر الٰہی تعالیٰ ہوتا ہے۔ لہذا آپ اس سے صرف یہ پوچھ سکتے ہیں کہ تو نے یہ کام اس خاص وقت میں کیوں کیا تو وہ عقلمند ہے تو ضرور وجہ بتائے گا اگر اس کی بیان کردہ وجہ معقول ہوگی اور ہوگی بھی مناسب تو اس کے کام یا کام کے وقت کو لغو نہ کہے گا مگر وہ جو خود نا معقول و نادان ہو۔ لہذا آپ اس کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ کام اس معین وقت میں نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ اس سے وجہ دریافت کر سکتے ہیں۔ کیونکہ کام نے جب بھی ہونا ہے کسی وقت میں ہی ہونا اور جس وقت میں بھی وہ کام ہوا وہ وقت اس کا معین وقت ہوگا۔



اب آپ پوچھیں کہ تم لوگ یہ معین وقت میں فلاں عرس کیوں منعقد کرتے ہو تو ہم ابھی اس کا جواب دے دیتے ہیں۔ اگر یہ وجوہات معقول ہوئیں اور مناسب ہوئیں تو تسلیم کر لینا ہوگا اگر غیر معقول یا نا مناسب ہوئیں تو نہ ماننا۔

ا۔ آپ لوگوں کو معلوم ہوگا کہ عرس عباداللہ الصالحین کے منعقد کیے جاتے ہیں اور یہ وہ حضرات ہوتے ہیں جو زندگیاں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تیاری میں گذارتے ہیں اور زندگی میں ہمہ وقت ان کا مقصد اور مطمح نظر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب پاک سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی خوشنودی اور رضا جوئی ہوا کرتا ہے۔ وصال خدا اور وصال رسول کریم کے انتظار میں ان کے زندگی کے لمحات گزرے ہوتے ہیں اور بوقت وصال ان کی اللہ تعالیٰ سے اور اس کے پیارے حبیب سے ملاقات بھی ہو جاتی ہے۔ وصال بھی ہو جاتا ہے۔ یہ ان کی ملاقات کو پسند کر رہا ہوتا ہے وہ پاک ہستیاں اس کی ملاقات کو پسند کر رہے ہوتے ہیں اور اس عبد صالح کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اس کے دربار سے کرامات حاصل ہونے کی بشارتیں حاصل ہو رہی ہوتی ہیں۔ ایک آواز آرہی ہوتی ہے۔

يَآاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ○ ارْجِعِیٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ○ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ۔ (سورۃ الفجر)

ترجمہ: اے اطمینان والی جان۔ اپنے رب کی طرف واپس آ۔ یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو۔ اور میری جنت میں آ۔

اور اسے اللہ تعالیٰ کے فرشتے فرمارہے ہوتے۔

اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِی الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ○ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ○ (سورۃ السجدۃ)

ترجمہ: یہ کہ تم نہ ڈرو نہ غم کرو اور اس جنت کی بشارت لو جس کا تم وعدہ دیئے گئے تھے۔ ہم تمہارے دوست ہیں زندگی میں بھی اور آخرت میں اور جنت میں تمہارے لئے ہے جو تمہارا جی چاہے اور جنت میں تمہارے لئے ہے جو تم مانگو۔ مہمانی تیار کی گئی ہے بخشنے والے رحمتوں والے کی طرف سے۔

اور ایسے ہی حضرات کے بارے جناب رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ اَحَبَّ لِقَآءَ اللّٰہِ اَحَبَّ اللّٰہُ لِقَآءَہٗ۔

ترجمہ: جو اللہ کی ملاقات پسند کرے اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات پسند کرتا ہے۔ پھر اسی حدیث پاک میں مومن کی بوقت وصال شان بیان فرماتے ہوئے فرمایا۔

وَلٰکِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا حَضَرَہُ الْمَوْتُ بُشِّرَ بِرِضْوَانِ اللّٰہِ وَکَرَامَتِہٖ فَلَیْسَ شَیْءٌ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِمَّا اَمَامَہٗ فَاَحَبَّ لِقَآءَ اللّٰہِ وَاَحَبَّ اللّٰہُ لِقَآءَہٗ۔

(مشکوٰۃ المصابیح متفق علیہ)

ترجمہ: اور لیکن جب بندہ مومن (کامل) کو موت آتی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی اور اس کی کرامت (عزت وتکریم) کی بشارتیں دی جاتی ہیں تو اسے اپنے آگے حاصل ہونے والی نعمتوں سے بڑھ کر اور کوئی چیز اچھی نہیں لگتی۔ پس وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات پسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات پسند فرماتا ہے۔

اور حدیثوں سے ثابت ہے کہ بندہ مومن کو قبر میں نبی کریم ﷺ سے نہایت ہی پر مسرت وپر کیف وصال وملاقات حاصل ہوتی ہے۔

جامع ترمذی شریف میں حدیث ہے، حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کہ جب فوت شدہ کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے پاس منکر ونکیر دو کالے رنگ کے نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں تو وہ کہتے ہیں۔

مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا الرَّجُلِ فَیَقُوْلُ: ''ھُوَ عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ اَشْھَدُ اَنْ لَّا



اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

ترجمہ: تو اس ہستی پاک کے بارے کیا کہا کرتا تھا یعنی حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﷺ کی ذات مقدس کی طرف اشارہ کر کے (کیونکہ آپ ﷺ قبر میں تشریف لاتے ہیں کیونکہ ''ھذا'' کے ساتھ اشارہ موجود مبصر کی طرف ہی کیا جاتا ہے یعنی ''یہ۔ اِس'' تو وہ کہتا ہے ''یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ معبود کوئی نہیں اور بے شک محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

اس پر وہ دونوں فرشتے اسے کہتے ہیں: ''قَدْ کُنَّا نَعْلَمُ اَنَّکَ تَقُوْلُ ھٰذَا'' یعنی ہمیں یقیناً معلوم تھا کہ تو ایسا ہی کہے گا (کیونکہ تجھ پر فضل ورحمت الٰہی کے آثار اور تیرے چہرے پر چمکنے والے انوار وبرکات سے پتہ چل رہا تھا کہ تو کوئی اللہ ورسول کا پیارا ہے) آپ ﷺ نے فرمایا۔

''ثُمَّ یُفْسَحُ لَہٗ فِیْ قَبْرِہٖ سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فِیْ سَبْعِیْنَ ثُمَّ یُنَوَّرُ لَہٗ فِیْہِ ثُمَّ یُقَالُ لَہٗ نَمْ فَیَقُوْلُ اَرْجِعُ اِلٰی اَھْلِیْ فَاُخْبِرُھُمْ فَیَقُوْلَانِ نَمْ کَنَوْمَۃِ الْعَرُوْسِ الَّذِیْ لَا یُوْقِظُہٗ اِلَّا اَحَبُّ اَھْلِہٖ اِلَیْہِ'' (الحدیث)

ترجمہ: پھر اس کی قبر کھلی کر دی جاتی ہے۔ ستر ستر گز (ان گزوں کی کمیت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی جانتے ہیں کیونکہ کئی حدیثوں میں حدنگاہ تک کھلا کیا جانا بھی آیا ہے) پھر اس کے لئے قبر نورانی کر دی جاتی ہے۔ پھر اسے کہا جاتا ہے ''سو جایئے'' وہ کہتا ہے میں تو اپنے گھر والوں کے پاس واپس جاؤں گا۔ تاکہ انہیں بتاؤں (کہ میں فوز وفلاح پا گیا ہوں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول سے ملاقات و وصال کا کیا کیف ہے) تو وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں جناب سو جائیں جیسے عروس یعنی عرس والا دولہا سوتا ہے کہ اسے وہی جگا سکتا ہے جو اسے اپنے اہل میں سے سب سے زیادہ پیارا ہوتا ہے۔ پوری حدیث جامع ترمذی عذاب قبر کے بیان والے باب میں پڑھ لیں۔

اب بتائیں کہ اللہ تعالیٰ کے عبدِ صالح کی وفات پر خدائے ذوالجلال کے دربارِ اقدس سے اسے یہ کیا کیا انعام واجر ملے ہیں اور اس نے کیسی فوز وفلاح پائی۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی اس کے لئے یا اس کے تعلق داروں کے لئے کوئی خوشی کا موقع اور مسرت کا سماں ہوسکتا ہے؟ جس میں ایمان کی رتی بھی ہوگی تو ضرور اس کے منہ سے رال ٹپک پڑے گی کہ کاش میرے ساتھ بھی بوقتِ وفات حق تعالیٰ کا ایسا ہی سلوک ہو، اور یہ بھی کہے گا کہ ایسا پُرکیف و پُرمسرت موقع اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ کہ عبدِ صالح نے دنیا کے جنجالوں اور اس کی مشقتوں اور ہموم سے نجات پائی ہے اور اللہ تعالیٰ کے پُرلطف وپرکیف وصال کے مرتبہ پر فائز ہوگیا۔ الحمدللہ، الحمدللہ، ماشاءاللہ، ماشاءاللہ:

ایسے احوال میں اس کے تعلق دار کسی دینی خوشی یا مسرت کا اظہار کریں اس خوشی میں وہ عبادات وصالحات بجالائیں جن کا ذکر ہم نے پچھلے صفحات پر "عرس کی ہیئت ترکیبی" میں کیا ہے تو اس کا منکر اگر ایمان کا دعویٰ رکھتا ہے تو امید ہے کہ اس کو جائز اور مستحب مان لے گا۔ کیونکہ ایسے مواقع پر خوشی ومسرت کا اظہار اور خصوصی عبادات بجا لانا خود شریعت اسلامی میں ثابت اور جاری وساری ہے۔ مثلاً عاشورہ کا روزہ مبارک، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو دیکھا کہ یہودی عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں۔

"فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِىْ تَصُوْمُوْنَهٗ فَقَالُوْا هٰذَا يَوْمٌ عَظِيْمٌ۔ اَنْجَى اللّٰهُ فِيْهِ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ... فَصَامَهٗ مُوْسٰى شُكْرًا فَنَحْنُ نَصُوْمُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَحْنُ اَحَقُّ وَاَوْلٰى بِمُوْسٰى مِنْكُمْ فَصَامَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَرَ بِصِيَامِهٖ"

(مشکوٰۃ المصابیح باب صوم التطوع متفق علیہ) مختصراً



ترجمہ: تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا "یہ کیا دن ہے جس کا تم روزہ رکھتے ہو" تو انہوں نے کہا یہ ایک بہت بڑا دن ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور ان کی قوم کو نجات دی تھی۔۔۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے شکر کے لئے اس دن کا روزہ رکھا پس ہم بھی رکھتے ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "پس ہم زیادہ حقدار اور زیادہ قریبی ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بنسبت تمہاری"۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اس دن کا روزہ رکھا اور اس کا روزہ رکھنے کا حکم فرمایا (پوری حدیث پڑھ لیں)۔

نیز مثلاً سوموار کا روزہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ الْاِثْنَيْنِ فَقَالَ فِيْهِ وُلِدْتُّ وَفِيْهِ اُنْزِلَ عَلَىَّ (مشکوٰۃ عن الصحیح لمسلم)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ سے سوموار کے روزہ کے بارے پوچھا گیا (کہ آپ ﷺ کیوں رکھتے ہیں) تو آپ ﷺ نے فرمایا اسی دن میری ولادت (مبارک) ہوئی اسی دن مجھ پر (وحی) نازل ہوئی۔ یعنی پہلی وحی شریف۔

ان نصوص مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ایسے مواقع پر اظہارِ سرور وخوشی اور خصوصی عبادات کا اہتمام مشروع، جائز اور سنت مطہرہ سے ثابت اور اس پر عمل جاری وساری اور مستحب ہے۔ کسی مسلمان کو اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ عاشورہ اور سوموار کا روزہ سنت مستحبہ ہے ساری امت کے لئے۔ پھر اگر کہا جائے کہ یہ تو خوشی ومسرت کے موقع پر بطور شکرانہ روزے رکھے گئے ہیں۔ جبکہ آپ اہلِ سنت حضرات عرس کے موقع پر روزہ نہیں رکھتے بلکہ ضیافتیں ہوتی ہیں، کھانے پکتے ہیں، دعوتیں ہوتی ہیں شیرینیاں بٹتی ہیں، دودھ وشربتوں کی سبیلیں لگتی ہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت مطہرہ میں ہر خوشی ومسرت کے موقع پر روزے نہیں رکھے جاتے، کئی ایسے مواقع بھی ہیں جن میں روزہ رکھنا حرام ہے اور کئی ایسے خوشی کے مواقع ہیں جن میں روزہ رکھنا

خلاف سنت ہے۔ جیسے عیدین کے دن بلکہ ساتھ ایام تشریق بھی کہ عید الفطر اسلام میں جشنِ نزولِ قرآن اور رمضان المبارک کے روزوں کی ادائیگی کی خوشی میں مسرت کا دن ہے اور عید الاضحیٰ حضرت سیدنا ابراہیم اور حضرت سیدنا اسماعیل علی نبینا وعلیھما الصلوٰۃ والسلام کی امتحان میں کامیابی کی خوشی، دوسرا حج کی ادائیگی کی خوشی اور تشریق میں بھی خوشیاں منانے اور اظہار مسرت کے دن ہیں۔ان پانچ دنوں میں روزہ ممنوع ہے۔ہاں کھانا کھانے کھلانے اور دعوتوں، ضیافتوں کے دن ہیں۔جو یہ خوشیاں نہ منائے اور عیدیں نہ کرے وہ اسلام کا منکر اور باغی قرار پاتا ہے اور جو ان دنوں میں روزے رکھے، گناہگار کہلاتا ہے۔اور جیسے شادی پر ولیمہ کرنا اور دعوتیں ،ضیافتیں دینا کرنا اور طرح طرح کے کھانے ومشروبات استعمال میں لانا سنت ہے۔ اور ولیمہ کی جگہ روزہ رکھنا اور دعوتیں ،ضیافتیں نہ کرنا خلاف سنت ہے۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ کی ایسے مواقع پر یہی سنت ہے۔ایسے مواقع پر روزہ رکھنا ثابت نہیں بلکہ منع ثابت بلکہ رکھے ہوئے روزے بھی توڑ دینے کا حکم ہے۔جیسے عیدین اور ایام تشریق کے روزے یا توڑ دینے کی اجازت وترغیب ہے۔ جیسے دعوت ولیمہ کے موقع پر روزہ، یہ ساری نصوص یہاں ذکر نہیں ہوسکتیں۔لہذا کتب حدیث میں متعلقہ ابواب میں خود پڑھ لیں۔ پھر اگر کہا جائے کہ اس طرح تو چاہیے کہ صرف ایک دن عرس کیا جائے۔جس دن کسی صالح بندے کا وصالِ باحق ہوا ہو جبکہ آپ لوگ ہر سال کرتے ہیں۔تو اس کا کچھ جواب پیچھے گذر چکا ہے باقی جواب یہ کہ واقعی شیطان اور نفسِ اَمّارَہ بِالسُّوءِ یہ ترغیب دیتا ہے، لیکن کیا کریں عاشورہ کا دن اور عیدیں اور ایام تشریق اور سوموار شریف کا دن پھر آجاتا ہے پھر ان دنوں میں وہی کام کرنے پڑتے ہیں کیونکہ وہ شرع کے حکم ہیں۔ہم شریعت کو چھوڑ کر شیطان ونفس کی نہیں مان سکتے، اسی طرح بزرگ صالح کا دن سال بعد پھر آجاتا ہے، یا تو تم لوگ کوئی ایسا انتظام کائنات



میں کردو کہ دوبارہ سال میں وہ دن نہ آئے لیکن یہ تو صرف قیامت والے سال میں ہی ہوگا۔اُس سے ادھر تو ایسا ہو نہیں سکتا۔لہذا اگر اس طریقہ سے یہ کام روکنے ہیں تو اس سالِ عظیم کا انتظار کرو۔

اور کیا آپ نہیں دیکھتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نزول وحصول نعمۃ مائدہ پر ہر سال ہی عید کی سی خوشیاں منانے کا اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا۔کیونکہ عید کا مادہ لفظِ عَوْد ہے جس کا معنی ہے لوٹ کر آنا اور عید کو عید کہتے بھی اسی لئے ہیں کہ یہ ہر سال لوٹ کر آجاتی ہے۔نیز انہوں نے یہ بھی فرمایا۔

عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا یعنی ہماری امت کے پہلے یعنی اس وقت موجود لوگوں اور پچھلے یعنی اس کے بعد آنے والوں کیلئے عید ہو۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ تو نہیں فرمایا تھا کہ اگر یہ عید منانے کی بدعت کرنی ہے تم لوگوں نے تو میں مائدہ نہیں اتاروں گا۔اور نہ ہی یہ فرمایا تھا کہ مائدہ تو اتار دیتا ہوں لیکن یہ عید منانے کی بدعت نہ کرنا۔

اور یہ بات تو ثابت ہے کہ ان کے لئے مائدہ شریف اترا تھا۔اس سے قطعا ماننا پڑے گا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب نے عید بھی منائی تھی اور مناتے رہے ہیں کیونکہ یہ تو محال شرعی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے کسی کام کے کرنے کا عہد کریں اور اللہ تعالیٰ اس سے منع بھی نہ فرمائے پھر نبی،رسول وہ عمل اور کام نہ کریں۔اور واقعہ کو معلوم کرنے کیلئے سورہ مائدہ کی آیت نمبر 112 تا آیت نمبر 115 تلاوت کریں بمع ترجمہ کے اگر خود ترجمہ نہیں آتا تو کسی سے پوچھ لیں۔

اسی سے سمجھ لیں کہ مائدہ سماوی اتنی بڑی نعمت نہیں جتنی بڑی نعمت اس عالم ظاہری کو جناب محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ سرور انبیاء علیہ وعلیھم صلوٰت اللہ وسلامہ اجمعین کا وجود پاک حاصل ہونا ہے۔اور نہ اتنی بڑی نعمت ہے جو حضور پر نور ﷺ

کے واسطہ اور وسیلہ پاک سے ہم مومنوں کو حاصل ہوئی ہیں۔ پھر کیا آپ کے ظہور اقدس کے موقع پر عید یعنی عید میلا دالنبی نہیں منانی چاہیے؟ نہ منانے کی اور خوشی ومسرت کو ظاہر نہ کرنے کی کوئی وجہ تو بتاؤ۔ اگر کوئی نافہم کہے کہ یہ تو سورہ مائدہ میں پہلی ایک قوم کا واقعہ یا مسئلہ ہے ہمارے بارے یہ حکم نہیں تو اس کو جواب یہ ہے کہ اہلِ اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ ہم سے پہلے کے شرائع اور احکام ہمارے لئے ہی ہیں جب تک شرع ان سے منع نہ فرمائے اور یہ کہ ان کے مسائل ووقائع سے استنباط واستخراجِ مسائل کا حکم ہمارے لیے بھی ہے۔ کیا وہ عاشورہ کا روزہ نہ دیکھا اور کیا قرآن پاک میں مذکور انبیاء کرام کی دعائیں نہ دیکھیں کہ شروع سے مسلمان وہ روزہ بھی رکھ رہے ہیں جب سے نبی کریم ﷺ نے تعلیم فرمائی ہے اور وہ دعائیں بھی کر رہے مثلاً رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا الایۃ۔ اور لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ الایۃ اور رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ اور پھر حج اور قربانی نہ دیکھی کہ طریقہ وسنت ابراہیمی ہے ایسی کتنی مثالیں دیں اور بیوی کے حق مہر کے عوض اس کے باپ وغیرہ کی خدمت کر دینا اور ہماری امت میں اس کا جواز نہ دیکھا۔ اور ادھر بھی عقل نہ گئی کہ اعضاء و جوارح کے ضیاع پر قصاص کا حکم جس آیت میں ہے وہ بنی اسرائیل پر مقرر کردہ حکم کی حکایت ہی ہے پڑھیں **سورہ مائدہ آیۃ نمبر**

وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ط

ترجمہ: خود کرلو

اور اگر ترجمہ کرنا بھی نہیں آتا تو ''تف'' ہے ایسے منکر پر جس کو آیات قرآنی کا ترجمہ بھی نہیں آتا اور شرعی احکام پر اعتراضات اور ان پر بحث ومباحثہ اور مکابرہ اور مجادلہ کرتا پھرتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی شریعت کو باز بچہ اطفال بنا کر مذاق



بازی کرتا پھرتا ہے تُف ہے تُف!۔

یہ اعضاء وجوارح کے قصاص کا مسئلہ جو کہ ہماری شریعت میں ایک قطعی یقینی مسئلہ ہے اس آیت کے علاوہ کسی اور آیت سے نکال کر دکھائیں۔ ہرگز نہ ملے گا۔ وَلَوْ كَانَ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۔ اور اگر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی پھوپھی صاحبہ کے مقدمہ کو دلیل بنا کر پیش کرو جس میں ان پر دانت کا قصاص آیا تھا اور پھر صلح ہوگئی۔ تو پھر تم پر مزید تف ہے۔ کیونکہ یہ حدیث خبر واحد ہے اس سے حدود وقصاص کا مسئلہ ثابت نہیں ہوسکتا۔ حدود وقصاص کے قوانین اور مسائل کیلئے دلیل قطعی چاہیے جو کہ قرآن کی آیت یا خبر متواتر ہی ہوسکتی ہے بشرطیکہ اس میں بھی مسئلہ ظاہر مفہوم سے سمجھا جارہا ہو۔ اور کوئی تاویل اس میں جاری نہ ہو۔ یہ وہ مسائل ہیں جن سے کسی ذی عقل وذی شعور کو انکار نہیں ہوسکتا۔ اب دن معین کرنے کی ایک اور وجہ ترجیح معلوم کریں۔

۲۔ عرس شریف کیلئے اس وجہ سے بھی دن مقرر کر لیتے ہیں کہ لوگوں کو حاضری کی آسانی رہے اور ہر آنے والے اور عقیدت مند کو ہر سال علیحدہ علیحدہ اطلاعات نہ کرنی پڑیں۔ بس ایک دن مقرر ہو جس نے حاضری وفیوض وبرکات اور ان خصوصی عبادات وحسنات میں حصہ لینا ہو وہ اپنے آپ مقررہ دن آجایا کرے۔ کسی کو پریشانی نہ ہو۔ جیسے رائے ونڈ میں سالانہ تبلیغی اجتماع کے لئے اور جشن دیوبند کیلئے اور سالانہ سیرت کانفرنس وغیرہ کے لئے اور اہل دیوبند اور اہل حدیث کے بعض مدارس ومقامات پر ختم بخاری وغیرہ کیلئے مستقل دن اسی مقصد کے لئے ہی شاید مقرر ہیں۔ حالانکہ ان لوگوں کے یہ کام اور بھی کسی وقت یا اور بھی کسی جگہ پر انعقاد پکڑ سکتے ہیں۔ حالانکہ قرون ثلاثہ میں نہ یہ کام ہوئے ہیں نہ ان کے لیے کوئی دن یا جگہ مقرر تھی۔ پھر ان لوگوں کے اپنے یہ کام عین سنت ہیں کیونکہ سنت کے خلاف یا اس کے عدم موافق بلکہ قرون ثلاثہ کے بعد

کی ہر چیز ہر کام بہر حال ہے ہی بدعت اور ہر بدعت گمراہی ہوتی ہے۔

اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ ایسے ہی مقاصد کے پیش نظر کئی شرعی کاموں کیلئے وقت اور جگہیں مقرر ہیں۔ فرض روزوں کے لئے رمضان کا وقت، حج کے لیے حج کے مہینے اور خاص دن اور جگہیں مقرر ہیں اسی طرح زکوۃ کے وجوب ادا کیلئے بھی وقت مقرر ہے۔ نمازوں کیلئے تو وقت مقرر ہونا عام فہم ہے۔ بتانے کی ضرورت نہیں۔ عیدوں کے لئے بھی وقت مقرر ہیں۔ اسی طرح جہاد کیلئے بھی وقت شارع علیہ الصلوۃ والسلام مقرر فرمایا کرتے اور جہاد کیلئے جگہیں بھی یعنی سرحدات پر کافروں کے خلاف نہ کہ ملک اسلامی کے اندر معصوم و بے گناہ مسلمانوں کو بم دھماکوں سے اُڑانا۔

پھر اگر کہا جائے کہ اوقات کی یہ تعیین تو شریعت نے خود مقرر فرمائی ہے نہ کہ بندوں نے اور عرس وغیرہ کے لئے تم لوگ خود وقت مقرر کرتے ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اوقات مقرر کرنا اور جگہیں مقرر کرنا ہم نے شریعت سے ہی سیکھا ہے اور اسی کے اصول وضوابط سے لیا ہے اپنی ذاتی فکر یا سوچ سے نہیں کیونکہ شریعت میں ایسا موجود ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے۔ اس مسئلہ کی مزید تفصیل کیلئے سطور ذیل میں نظر وفکر کریں اگر ابھی ظلمت باقی ہے تو امید ہے کہ دلوں دماغوں سے چھٹ جائے گی اور اس تعیین اوقات کا مسئلہ نصف النہار پر آ کر سورج کی طرح صاف چمکنا شروع ہو جائے گا اس طرح کہ ممکن ہے منکرین حق کی آنکھیں چندیا جائیں۔

**تعیین اوقات کی صورتیں:**

معلوم ہونا چاہیے کہ شریعت کے استقرآء سے تعیین اوقاتِ امور کی تین قسمیں ہیں۔ تعیین شرعی۔ تعیین التزامی اور تعیین عادی۔ اور یہ تینوں شریعت میں معتبر اور معہود ہیں اب ہر قسم کی تفصیل دیکھیں۔



**ا۔ تعیین شرعی:**

یہ کہ شریعت خود کسی کام کے لئے وقت مقرر کر دے اس طور پر کہ اس وقت سے آگے پیچھے نہ ہوا جا سکے جیسے فرض نماز اور فرض روزے اور حج یا عید کا دن کہ یہ اپنے وقت سے پہلے نہیں ہو سکتے اور پیچھے بھی نہیں ہاں جن کی قضاء ہے اور قضاء کے لئے وقت مقرر نہیں تو وہ وقت سے پیچھے ہو تو سکتے ہیں لیکن ہوں گے قضاء اور اگر قضاء کیلئے بھی وقت مقرر ہے جیسے حج کی قضاء یا رمضان کی قضاء کہ رمضان کی قضاء کے لئے وقت مقرر ہے یعنی غیر رمضان اور پانچ ایام منہیہ کے علاوہ کوئی وقت اور زمانہ۔ اور نماز اور عیدین کی قضاء کیلئے بھی وقت مقرر ہی ہے عام نمازیں ممنوعہ اوقات کے علاوہ اوقات میں پڑھنا معین ہے اور عید کی قضاء کیلئے بھی وقت معین ہے اور اس کی ایک حد ہے۔ تو یہ ایسے امور ہیں کہ شریعت نے ان کے اوقات کی تعیین فرما رکھی ہے۔ اور یہ وقت معین میں ہی ہو سکتے ہیں نہ کہ مطلق وغیر معین وقت میں۔

**۲۔ تعیین التزامی:**

وہ یہ کہ شرع نے تو اس کام کی تعیین وقت نہیں فرمائی ہوتی حکم عام اور مطلق رکھا ہوتا ہے سوائے ممنوع اوقات کے لیکن بندہ خود اس کو اپنے اوپر لازم کر لیتا۔ مثلاً نذر مان کر۔ جیسے کوئی نذر مان لے کہ فلاں تاریخ یا فلاں دن کو وہ اللہ تعالیٰ کے لئے روزہ رکھے گا۔ یا نذر مان لے کہ فلاں وقت میں اتنی رکعت نماز پڑھے گا اللہ تعالیٰ کے لئے۔ تو اب اس پر شرعی طور پر لازم ہو جائیگا اور واجب کہ وہ اس دن میں روزہ رکھے اور اس وقت میں وہ نماز پڑھے جس کی نذر مانی ہے۔ ورنہ گناہگار بھی ہوگا اور قضاء یا کفارہ بھی لازم آئے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے امر کے صیغہ کے ساتھ حکم فرمایا ہے **وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ** ۔ اور انہیں چاہیے کہ نذریں پوری کریں (سورہ حج) اور اس کا فرمان ہے۔ **وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ** ۔ اور بخاری شریف کتاب الایمان والنذور میں

حدیث شریف ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: مَنْ نَذَرَ اَنْ یُطِیْعَ اللّٰہَ فَلْیُطِعْہُ ۔ یعنی جس نے اللہ کی اطاعت کے کام کی نذر مانی پس چاہیے کہ اسے پورا کرے اس کی وہ منذور طاعت بجالائے۔ اس فرمان میں بھی فعل امر کا صیغہ آیا ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ اور مسلم شریف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

کَفَّارَۃُ النَّذْرِ کَفَّارَۃُ الْیَمِیْنِ ۔ (صحیح مسلم کتاب النذر آخری حدیث)

ترجمہ: نذر کا کفارہ قسم والا کفارہ ہی ہے۔

ان نصوصِ مقدسہ سے معلوم ہوا کہ نذر پوری کرنا واجب ہے اور یہ کہ اس پر کفارہ بھی پڑجاتا ہے یعنی جبکہ اس کی ادا یا قضاء نہ ہوسکی ہو، حالانکہ وہ کام شریعت نے بندے پر لازم نہیں کئے تھے۔ نہ اس کا وقت مقرر کیا تھا بندے نے خود وقت معین کرلیا ہے تو اس کو وقت کے مطابق وفا کرنا لازم آگیا ہے نہیں کرتا تو مجرم بنتا ہے۔

دیکھا! بندے کی تعیین وقت نے کیسا سخت حکم ثابت کیا ہے جبکہ تم لوگ کہتے ہو کہ یہ اعمال وحسنات کے لئے تعیین کیا چیز ہے؟

۳۔ تعیین عادی:

یہ کہ کسی کام کو کسی وقت معین میں کرنے کا نہ شرعی حکم ہو، نہ بندے نے اسے وقت معین میں کرنے کا التزام شرعی کیا ہو لیکن اپنے طور پر اس نے وہ کام کسی معین وقت میں کرنے کی عادت بنالی ہو۔ اس کو بھی شرع نے معتبر رکھا ہے اور جائز رکھا ہے۔ اس کی عام مثالیں جیسے منکرین وغیر منکرین سب کا وقت معین میں اپنی ڈیوٹیوں پر جانا اور چھٹی کرنا، وقت معین پر کھانا کھانا وقت معین پر سیر کو جانا وقت معین پر اور بہت سے کام کرنا۔ بھلا کوئی منکر اگر کسی جگہ نوکری یا کسی محکمہ میں ڈیوٹی دیتا ہے تو اسے چاہیے کہ اس تعیین وقت کا انکار کردے اور وقت پر نوکری ڈیوٹی پر نہ جایا کرے۔ دیکھتے ہیں کہ اس کی کتنی جرأت ہے اور اللہ تعالیٰ پر کتنا ایمان ہے۔ صبح وقت مقرر پر لنگوٹیاں کسے ہوئے



ہاتھوں میں کھانے کے ڈبو والے تھیلے لٹکائے بھاگے چلے جارہے ہیں اگر کوئی بلائے تو مڑکر دیکھتے بھی نہیں لیکن دوسری طرف کہتے ہیں یہ کاموں کیلئے وقت کی تعیین کیا چیز ہے یہ کام تو کسی وقت بھی ہوسکتے ہیں پھر یہ خاص تیجے دسویں چالیسویں اور سالانے کیا ہیں شریعت نے تو یہ اوقات ان کاموں کیلئے مقرر نہیں کئے۔ ہاں شریعت نے صرف رائے ونڈ و دیوبند اور ختم بخاری کے یا پھر کانفرنسوں وغیرہ کے وقت مقرر فرمائے ہیں یا تبلیغی دوروں کے چلے اور بیسے اور ستر یئے شماہیے وغیرہ مقرر و لازم فرمائے ہیں اور ان کے اوقات معین فرمائے ہیں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ یہ تھیں تعیین عادی کی عام صورتیں اور قسمیں، اب خاص شرع مطہر کے موادِ مقدس سے اس کی مثالیں دیکھیں۔

ا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ

کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْتِیْ مَسْجِدَ قُبَاءَ کُلَّ سَبْتٍ مَّاشِیًا وَّرَاکِبًا وَّیُصَلِّیْ فِیْہِ رَکْعَتَیْنِ۔ (مشکوۃ متفق علیہ باب المساجد)

ترجمہ: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ہفتہ والے دن مسجد قباء میں تشریف لاتے کبھی پیدل چل کر کبھی سوار ہو کر اور اس میں دو رکعتیں ادا فرماتے۔

۲۔ تفسیر رازی زیر آیہ نمبر ۲۴ سورہ رعد۔ حدیث روایت کرتے ہیں "وَعَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ کَانَ یَاْتِیْ قُبُوْرَ الشُّھَدَآءِ رَاْسَ کُلِّ حَوْلٍ فَیَقُوْلُ "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ" وَالْخُلَفَاءُ الْاَرْبَعَۃُ ھٰکَذَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ"۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث پاک مروی ہے کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال پورا ہونے پر شھدآء (اُحُد) کی قبور مطہرہ پر تشریف لاتے اور پڑھتے "السلام علیکم بما صبرتم ـــــ الایۃ اور چاروں خلفاء رضوان اللہ علیہم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ یہ حدیث اور بھی کئی کتب میں موجود ہے اور اس کی تائید پر بھی کئی احادیث مبارکہ کتب

حدیث وسیر میں موجود ہیں۔ ان دونوں حدیثوں میں ظاہر ہے کہ ہفتہ کے دن اور سال کے اختتام پر کی تعیین آپ ﷺ کی عادت کریمہ ہی تھی۔ یہ نہ تعیین شرعی ہے کہ آگا پیچھا نہ ہوسکتا ہو نہ تعیین التزامی کہ نذر والا مسئلہ ثابت ہو یا نذر کی صورت بنے۔

لیکن اگر کوئی کہے کہ حضور اکرم شارع ہیں لھذا یہ دونوں کام شرعی طور پر معین ہیں کہ مسجد قباء کو صرف ہفتہ والے دن اور شھداء کرام کی قبروں پر سال کے سال جانا چاہیے تو ہم کہے گے سبحان اللہ! اگر تم لوگ ایسا کرو تو بہت بڑی بات ہے لیکن اس پر تم لوگ عمل کیوں نہیں کرتے تم لوگ ایسے کاموں کو بدعت شرک اور پتہ نہیں کیا کیا کہتے ہو تم سال تو در کنار کہیں زندگی میں ایک بار ہی کسی شہید کی قبر پر چلے جایا کرو تو تمہارے دین ایمان شاید کچھ سیدھے ہو جائیں۔ اور اگر کہو کہ یہ تعیین تھی تو شرعی لیکن تھی حضور اکرم ﷺ کے ساتھ خاص۔ تو ہم کہیں گے کوئی دلیل اس خاصہ کی پیش کرو جس سے یہ کام ان معین اوقات میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ خاص ہو جائیں اور دوسروں کو منع ہو جائیں۔ کیا نہیں دیکھتے ہو کہ خلفاء راشدین بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے یعنی سال کے اختتام پر شھداء احد کی قبروں کی زیارت کیلئے جایا کرتے تھے۔ اور کئی صحابہ کرام حضور اکرم ﷺ کی سنت کی پیروی میں بروز ہفتہ مسجد قباء میں جایا کرتے تھے مثلاً عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما۔

۳۔ یہ دیکھیں حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی عظیم کا طریقہ صحیح بخاری کِتَابُ الْعِلْمِ بَابُ مَنْ جَعَلَ لِاَھْلِ الْعِلْمِ اَیَّامًا مَعْلُوْمَۃً۔ حضرت ابو وائل کہتے ہیں کہ کَانَ عَبْدُاللّٰہِ یُذَکِّرُ النَّاسَ فِیْ کُلِّ خَمِیْسٍ۔۔۔ الحدیث ۔یعنی حضرت عبداللہ ہر جمعرات کو لوگوں کو وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ پوری حدیث پڑھ لو۔ اور باب کے عنوان سے ہی سمجھ لو کہ اپنی طرف سے کسی کام کیلئے وقت معین کر لینا جائز ہے اور یہ کہ صحابہ کرام میں ایسے کام رائج تھے۔ اب کوئی نہ ماننے والا ہی بتائے کہ یہ جمعرات کو



وعظ تقریر کرنا کسی آیت یا کسی حدیث نبوی ﷺ سے ثابت ہے؟ اور یہ کہ اس تعیین پر حضرت عبداللہ نے جمعرات کی نذر مانی ہوئی تھی یا یہ شرعی تعیین تھی۔ یا یہ بدعت و شرک تھی یا کیا تھی؟

**ایک اور تعیین:**

ایک مزید تعیین بھی معلوم کرتے چلیں جس کا شرع سے کوئی خاص تعلق نہیں لیکن شرع تو اس سے بھی منع نہیں کرتی اور وہ ہے تعیین ہنگامی، مثلاً کسی نے بچہ سکول یا درس داخل کرانا ہو تو تعیین کرے گا مثلاً بدھ کو جاؤں گا یا ڈاکٹر کو بیماری چیک کرانے کیلئے ڈاکٹر اور یہ مریض وقت معین کر لیں۔ کسی کی شادی کرنا ہو تو اس کیلئے دن مقرر اور معین کر لئے جائیں۔ کوئی چیز خریدنے کیلئے بازار یا منڈی جانے کیلئے دن معین اور طے کر لے۔ کیا تم لوگ ان کو ان تعیینوں سے روکو گے یا شرع نے ایسی تعیینوں سے منع فرمایا ہے؟ خدا کا واسطہ مانو اور اس تعیین اوقات کی وجہ سے مسلمانوں کو نیکیوں کے کاموں سے نہ روکو۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت نصیب کردے۔ نیکی کے کام سے روکنا سوچو کہ کس کا مشن ہے؟ شیطان لعین کا یا پھر کفار اصحاب جحیم کا جیسا کہ قرآن میں ان کا صَدَّ یَصُدُّ صُدُوْدًا کا مشن ذکر ہوا ہے۔

عرس کے خصوصی اجتماع کیلئے احادیث مبارکہ میں دلائل اور شمولیت کرنے والوں کیلئے فیوض و برکات اور فضائل۔

۱۔ عَنْ اَبِیْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاْتِیْ مِنْ اَفْنَآءِ النَّاسِ وَنَوَازِعِ الْقَبَآئِلِ قَوْمٌ لَمْ تَتَّصِلْ بَیْنَهُمْ اَرْحَامٌ مُتَقَارِبَةٌ تَحَابُّوْا فِی اللّٰهِ وَتَصَافَوْا فِی اللّٰهِ یَضَعُ اللّٰهُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ فَیُجْلِسُهُمْ عَلَیْهَا یَفْزَعُ النَّاسُ وَلَا یَفْزَعُوْنَ وَهُمْ اَوْلِیَآءُ الَّذِیْنَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ. (تفسیر ابن کثیر از مسند امام احمد نیز تفسیر طبری)

ترجمہ: حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مختلف لوگوں اور متفرق قبیلوں میں سے لوگ آیا کریں گے یعنی جمع ہوا کریں گے ان میں باہمی کوئی قریبی رشتہ داری بھی نہ ہوا کرے گی۔ اللہ تعالیٰ کی رضا میں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی رضا میں باہمی باطنی صفائی یعنی تزکیہ روحانی رکھتے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لئے نور کے منبر رکھے گا قیامت کے دن پھر انہیں ان پر بٹھائے گا۔ لوگ تو گھبرائے ہوں گے۔ (قیامت کی لرزہ خیز ہولناکی کی وجہ سے) اور یہ نہیں گھبرائے ہوں گے۔ اور یہی ہیں ''وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے جنہیں نہ خوف ہوگا نہ غم''

۲۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا لَیْسُوْا بِاَنْبِیَآءَ وَشُهَدَآءَ یَغْبِطُهُمُ النَّبِیُّوْنَ وَالشُّهَدَآءُ لِقُرْبِهِمْ وَمَقْعَدِهِمْ مِنَ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ کے کچھ بندے ہیں وہ انبیاء اور شہداء تو نہیں ہیں، انبیاء و شہداء ان پر رشک کریں گے اللہ سے ان کے قرب اور مرتبہ کی وجہ سے قیامت کے دن۔



اس پر ایک اعرابی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑے شوق اور عاجزی سے پوچھا یا رسول اللہ! ہمیں ان کے بارے بتائیں کہ وہ کون ہیں؟ راوی صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کے چہرہ اقدس پر خوشی اور سرور دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

هُمْ عِبَادٌ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مِنْ بُلْدَانٍ شَتّٰی وَقَبَآئِلَ لَمْ یَکُنْ بَیْنَهُمْ اَرْحَامٌ یَتَوَاصَلُوْنَ بِهَا وَدُنْیَا یَتَبَاذَلُوْنَ بِهَا یَتَحَابُّوْنَ بِرُوْحِ اللّٰهِ یَجْعَلُ اللّٰهُ وُجُوْهَهُمْ نُوْرًا وَیَجْعَلُ لَهُمْ مَنَابِرَ مِنْ لُؤْلُؤٍ قُدَّامَ الرَّحْمٰنِ یَفْزَعُ النَّاسُ وَلَا یَفْزَعُوْنَ وَیَخَافُ النَّاسُ وَلَا یَخَافُوْنَ

(تفسیر بغوی از مسند احمد و مصنف عبد الرزاق واخرجہ الحاکم وصححہ واقرہ الذھبی منہ ومن حدیث ابی ھریرۃ عند ابن حبان ومن حدیث عمر عن ابی داؤد (فی سننہ) واسحاق ابن راھویہ وھکذا فی مجمع الزوائد وقال والحدیث اسنادہ صحیح بشواھدہ۔ تخریج علی التفسیر البغوی)

ترجمہ: وہ اللہ کے بندوں میں کچھ بندے ہیں مختلف علاقوں شہروں اور مختلف قبائل کے۔ ان کی کوئی باہمی رشتہ داری نہیں ہوگی، جس کا وہ پاس رکھتے ہوں نہ کوئی دنیاوی تعلق ہوتا ہے کہ اس سے کوئی فائدہ اٹھاتے ہوں۔ وہ اللہ کی رحمت سے ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے چہرے نور بنا دے گا۔ اور ان کے لئے موتیوں کے منبر بنائے گا دربار رحمٰن کے سامنے۔ لوگ گھبرائے ہوں گے یہ نہیں گھبرائیں گے لوگ خوفزدہ ہوں گے یہ خوفزدہ نہ ہوں گے۔

۳۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

حَقَّتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ وَحَقَّتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ وَحَقَّتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ الَّذِیْنَ یَعْمُرُوْنَ مَسَاجِدِیْ بِذِکْرِیْ وَیُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ الْخَیْرَ

وَيَدْعُوْنَهُمْ اِلٰى طَاعَتِيْ ۔ اُوْلٰٓئِكَ اَوْلِيَآئِي الَّذِيْنَ اُظِلُّهُمْ فِيْ ظِلِّ عَرْشِيْ وَاُسْكِنُهُمْ فِيْ جَوَارِيْ اُوْمِنُهُمْ مِنْ عَذَابِيْ وَاُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ قَبْلَ النَّاسِ بِخَمْسِمِائَةِ عَامٍ ، يَتَنَعَّمُوْنَ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ ۔ ثُمَّ قَرَءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔

(تفسیر درمنثور زیر آیہ مذکورہ)

ترجمہ: ''(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) میری محبت ان کے لئے ثابت ہے جو میری رضامندی میں آپس میں محبت رکھتے ہیں۔ میری محبت ان کے لئے ثابت ہے جو میری رضامندی میں ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں یعنی زیارت کرنے کے لئے ایک دوسرے کو ملتے ہیں اکٹھے ہوتے ہیں۔ اور میری محبت ان کے لئے ثابت ہے جو میری رضامندی کے لئے مل بیٹھتے ہیں، جو میری مساجد کو میرے ذکر سے آباد کرتے ہیں اور لوگوں کو خیر کی تعلیم دیتے ہیں اور انہیں میری طاعت فرمانبرداری کی دعوت دیتے ہیں۔ یہی لوگ میرے اولیاء ہیں جنہیں میں اپنے عرش کے سایہ میں سایہ عطا فرماؤں گا اور انہیں اپنے جوار رحمت میں رہائش دوں گا اور انہیں اپنے عذاب سے امان دوں گا اور انہیں جنت میں داخل کروں گا عام لوگوں سے پانچ سو سال پہلے۔ وہ اس میں نعمتیں استعمال کریں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔

ترجمہ: آگاہ رہو بے شک اللہ تعالیٰ کے ولیوں کو نہ خوف ہو گا نہ انہیں غم ہو گا۔

۴۔ حضرت ابو ہریرہ و حضرت ابو سعید دونوں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَآئِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ

(الصحیح لمسلم کتاب الذکر والدعا)



ترجمہ: کوئی قوم (جماعت) نہیں مل بیٹھتی جو اللہ کا ذکر کر رہی ہو مگر انہیں فرشتہ گھیر لیتے ہیں اور ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور اللہ انہیں یاد فرماتا ہے۔ ان ہستیوں (انبیاء کرام وملائکہ عظام علیھم الصلوٰۃ والسلام) کے سامنے جو اس کے دربار میں ہوتے ہیں۔

۵۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے سے وہی سلوک فرماتا ہوں جیسا وہ میرے بارے ظن (بمعنی توقع امید) رکھتا ہے۔ اور میں اس کے پاس ہی ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرے۔

وَاِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِيْ نَفْسِيْ وَاِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ مَلَاءٍ ذَكَرْتُهٗ فِيْ مَلَاءٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ

(مسلم شریف باب الحث علی ذکر اللہ)

ترجمہ: اور اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرے تو میں اسے اپنی ذات میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ کسی اجتماع میں میرا ذکر کرے تو میں ان سے اچھے مجمع میں اس کا ذکر فرماتا ہوں۔

۶۔ انہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

اِنَّ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى مَلَآئِكَةً سَيَّارَةً فُضُلًا يَبْتَغُوْنَ مَجَالِسَ الذِّكْرِ فَاِذَا وَجَدُوْا مَجْلِسًا فِيْهِ ذِكْرٌ قَعَدُوْا مَعَهُمْ وَحَفَّ بَعْضُهُمْ بَعْضًا بِاَجْنِحَتِهِمْ حَتّٰى يَمْلَؤُوْا مَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ السَّمَاءِ الدُّنْيَا۔

ترجمہ: بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ کے کچھ فضیلت والے فرشتے ہیں جو گھومتے پھرتے رہتے ہیں، ذکر الٰہی کی مجلسیں ڈھونڈتے ہیں۔ پھر جب کوئی محفل پا لیتے ہیں جس میں ذکر ہو رہا ہو تو ان کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں اور اپنے پروں سے بعض بعض کو گھیر لیتے ہیں حتی کہ آسمان دنیا تک پر باندھ کر بھر دیتے ہیں۔

فَاِذَا تَفَرَّقُوْا عَرَجُوْا وَصَعِدُوْا اِلَى السَّمَآءِ قَالَ فَيَسْئَلُهُمُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَهُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ: "مِنْ اَيْنَ جِئْتُمْ فَيَقُوْلُوْنَ جِئْنَا مِنْ عِنْدِ عِبَادٍ لَّكَ فِي الْاَرْضِ يُسَبِّحُوْنَكَ وَيُكَبِّرُوْنَكَ وَيُهَلِّلُوْنَكَ وَيَحْمَدُوْنَكَ وَيَسْئَلُوْنَكَ۔

ترجمہ: ''پھر جب لوگ متفرق ہو جاتے ہیں تو وہ فرشتے آسمان کی طرف بلندیوں پر چڑھ جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پس اللہ تعالیٰ عزت وجلال والا پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان کو (ان سے) زیادہ جانتا ہے کہ ''تم کہاں سے آئے ہو۔؟'' وہ عرض کرتے ہیں: ''ہم تیرے خاص بندوں کے پاس سے آئے ہیں جو زمین میں رہتے ہیں۔ تیری تسبیح بیان کرتے ہیں۔ تیری بڑائی بیان کرتے ہیں تیرا کلمہ پڑھتے ہیں اور تیری تعریفیں کرتے ہیں اور تجھ سے سوال کرتے ہیں

قَالَ وَمَاذَا يَسْئَلُوْنِيْ قَالُوْا يَسْئَلُوْنَكَ جَنَّتَكَ قَالَ وَهَلْ رَأَوْا جَنَّتِيْ قَالُوْا لَا اَيْ رَبِّ۔ قَالَ فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْا جَنَّتِيْ قَالُوْا وَيَسْتَجِيْرُوْنَكَ۔ قَالَ وَمِمَّا يَسْتَجِيْرُوْنَنِيْ قَالُوْا مِنْ نَارِكَ يَارَبِّ۔ قَالَ وَهَلْ رَأَوْا نَارِيْ قَالُوْا لَا قَالَ فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْا نَارِيْ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور وہ مجھ سے کیا سوال کرتے ہیں؟ وہ کہتے ہیں: ''تجھ سے تیری جنت مانگتے ہیں''۔ وہ فرماتا ہے ''کیا انہوں نے میری جنت دیکھی ہوئی ہے؟ وہ کہتے ہیں ''نہیں اے رب'' وہ فرماتا ہے تو کیا حال ہوتا (ان کا) اگر انہوں نے میری جنت دیکھی ہوتی؟'' وہ عرض کرتے ہیں ''اور وہ تجھ سے پناہ مانگتے ہیں'' وہ فرماتا: ''کس چیز کے بارے میں پناہ مانگتے ہیں''؟ وہ عرض کرتے ہیں ''تیری (دوزخ کی) آگ کے بارے اے رب!'' وہ فرماتا ہے: ''کیا انہوں نے میری (دوزخ کی) آگ دیکھی ہوئی ہے''؟ وہ عرض کرتے ہیں: ''اے رب نہیں''۔ وہ فرماتا ہے تو (ان کا) کیا حال ہوتا اگر انہوں نے میری (وہ) آگ دیکھ رکھی ہوتی۔



''قَالُوْا وَيَسْتَغْفِرُوْنَكَ قَالَ فَيَقُوْلُ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ وَاَعْطَيْتُهُمْ مَا سَئَلُوْا وَاَجَرْتُهُمْ مِمَّا اسْتَجَارُوْا۔ قَالَ فَيَقُوْلُوْنَ رَبِّ فِيْهِمْ فُلَانٌ عَبْدٌ خَطَّاءٌ اِنَّمَا مَرَّ فَجَلَسَ مَعَهُمْ۔ قَالَ فَيَقُوْلُ وَلَهٗ غَفَرْتُ هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ'' (الصحیح لمسلم باب فضل مجالس الذکر وھکذا فی الصحیح للبخاری)

ترجمہ: وہ کہتے ہیں ''اور وہ (بندے) تجھ سے بخشش طلب کرتے ہیں''۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بے شک میں نے انہیں بخش دیا ہے اور جو کچھ انہوں نے مانگا انہیں عطا فرما دیا ہے اور جس چیز سے پناہ مانگتے ہیں اس سے انہیں پناہ بھی دے دی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ (فرشتے) کہتے ہیں اے رب ان میں فلاں بڑا گناہ گار بندہ بھی تھا بے شک وہ صرف وہاں سے گزرتے ہوئے ان میں بیٹھ گیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اسے بھی بخشش دیا ہے (دراصل) وہ لوگ ایسے ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی ان کے وسیلے اور برکت کی وجہ سے بدبخت نہیں رہتا (سعادت مند ہو جاتا ہے) اس عنوانِ مقدس پر بہت سی احادیث مبارکہ ہیں سب کا یہاں ذکر کرنا مشکل ہے، عقلمند کے لئے شریعت کا اشارہ بھی کافی ہوتا ہے۔ یہ احادیث مبارکہ صراحۃً بغیر کسی تاویل وتوجیہ اور بغیر کسی استنباط وتوضیح کے عرس اور اس طرح کے دیگر اجتماعات خواہ کسی بھی دینی موضوع کے متعلق اجتماع ہوں اور اس میں یہ کام اور یہ صالح اعمال بجالائے جائیں جن کا ان احادیث میں ذکر ہوا ہے کے جواز واستحباب اور باعث عظیم اجر وثواب ہونے پر دلالت کر رہی ہیں۔

اور شرعی عرسوں اور اہلِ سنت وجماعت کے دیگر اس طرح کے اجتماعات میں یہ اعمالِ صالحہ کئے جاتے ہیں بلکہ اور بھی کئی نیکی کے کام جن کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے اور آگے ان کا ذکر بھی آرہا ہے۔ نہ کہ رائے ونڈ یا مینار پاکستان کی کانفرنسوں اور موچیوں کے دروازوں پر

کئے جانیوالے سیمینارز اور کنونیشنز وغیرہ نہ کسی دیوبندی جشن میں۔ کیونکہ ان احادیث مبارکہ میں ایسی چیزیں آئی ہیں جو اہلِ سنت وجماعت کے اجتماعات میں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً عرس شریف ہی لے لیں کہ اس میں مختلف علاقوں، شہروں مختلف خاندانوں اور مختلف قبیلوں کے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ آپس میں محض اللہ تعالیٰ کی رضا میں محبت و الفت اور یگانگت رکھتے ہیں اس کے علاوہ ان کا کوئی مقصد لالچ وغیرہ نہیں ہوتا نہ دنیاوی نہ سیاسی وجوہات ملحوظ ہوتی ہیں۔ یہاں تک ہماری یہ باتیں سن کر یا پڑھ کر اگر کوئی منکر فوراً بول اٹھے کہ جی: ''ہمارا رائے ونڈ والا اجتماع بھی ایسا ہی ہوتا ہے اور کئی ہمارے دیگر اجتماع بھی ایسے ہی ہوتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر تمہارے اجتماع ایسے ہوں تو اچھی بات ہے۔ جب کہ حصول ثواب اور فضائل وبرکات کے حصول ونزول کی دیگر شرائط بھی پائی جائیں یعنی ان اجتماعات میں کوئی غیر اسلامی حرکت یا قول وفعل نہ ہو مثلاً اہلِ حق اور بزرگان دین پر طعن وتشنیع اللہ والوں کی گستاخیاں بے ادبیاں اللہ تعالیٰ عزوجل اور اس کے حبیب پاک سرور عالم ﷺ کی شان کے خلاف کوئی بات نہ کی جائے اور کوئی گستاخی بے ادبی نہ پائی جائے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے محبوب کی کما حقہ عظمت وشان بیان کی جائے۔ اہلِ سنت وجماعت سے نکل کر فرقے نہ بنائے جائیں فرقہ بازی کو ہوا نہ دی جائے دہشت گردانہ تربیتی منصوبے نہ بنائے جائیں وغیرہ اور اس سب کے ساتھ جو بنیادی چیز ہے۔

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ الحدیث۔ اس کی درستگی ہو اور اس نیت کی درستگی کے لئے جو چیز بنیاد اور شرط ہے وہ بھی ٹھیک ہو یعنی نیت کی اہلیت بھی ہو اور جو اس کی اہلیت ہے وہ تم لوگوں کو پتہ ہی ہوگا اگر نہیں پتہ تو اپنے معلمین سے دریافت کریں ممکن ہے انہیں بھی پتہ نہ ہو تو انہیں کہنا کہ وہ جو تیمم کر کے مسلمان ہونے اور پھر اسی تیمم سے نماز کے متعلق مسئلہ ہے وہ کتابوں سے ڈھونڈ کر نکالو اور ہمیں بتاؤ کہ وہ کیا مسئلہ ہے؟



اگر یہ سب کچھ درست ہے تو بالکل وہ سارے فضائل وثوابات ملیں گے جن کا ان نصوص میں ذکر ہے۔ ہمارا تو کوئی اعتراض ایسے اجتماعات پر ہے ہی نہیں۔

لیکن یاد رکھیں کہ فی الحال جو حالت ہے اس میں یہ نصوص مبارکہ عرس وغیرہ اجتماعات کے جواز وفضائل پر دلالت کر رہی ہیں۔ دیکھو نا! ان میں یہ بھی آیا ہے (ابتدائی تین حدیثوں میں) کہ وہ آپس میں محبت فی اللہ تعالیٰ رکھتے ہوں گے اب ایمان حاضر کر کے بتاؤ کہ جو محبت کسی صاحب عرس کے مریدوں اور متعلقین میں ہوتی ہے جس کو پیر بھائی کی محبت اور الفت کہا جاتا ہے کیا ایسی صفائی وطہارت والی محبت والفت رائے ونڈیوں وغیرہ میں ہوتی ہے وہاں تو لوٹا بھی ہر کسی کا اپنا سلنڈر گیس والا بھی اپنا چائے والی سلور کی کیتلی بھی اپنی دیگچی اور دال، گھی مرچ نمک بھی اپنا کیا یہ ساری باہمی الفت ویگانگت کی علامتیں ہیں؟ کہاں کسی پیر کے متعلقین پیر بھائیوں کی محبت اور کہاں یہ دوسروں کی۔ واقعی پاگل تو نہیں ہو چکے ہو؟

اور کہاں یہ کانفرنسوں، سیمیناروں اور ورکشاپوں اور جشنوں اور دیگر دین کے نام پر سیاسی اور تفرقہ بازی کے پروگراموں میں آنے والے لوگوں کی باہمی محبت والفت اور کہاں کسی عرس پر حاضری دینے والوں کی آداب وسلیقہ جات پر مبنی طاہر اور پاکیزہ محبت۔ لہذا اب نہ کہنا کہ یہ باتیں اور چیزیں تو ہمارے اجتماعات میں بھی ہوتی ہیں۔ کیا کسی ایسے اجتماع میں (اگرچہ وہاں کچھ وہ کام بھی ظاہراً ہو رہے ہوں جن کا ان احادیث میں ذکر ہے) بھی فرشتوں کا نزول وپہرہ ہوتا ہے۔ اور ان اجتماع کرانے والوں کو وہ انعامات مل سکتے ہیں جو احادیث میں مذکور ہیں جہاں وہ اہلیت نیت والی شرط نہ پائی جا رہی ہو اور وہ منافی حرکات وافعال واقوال ہو رہے ہوں جن کا پچھلے صفحہ پر ذکر ہوا ہے؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ ایسے مجمعوں میں فرشتے نہیں آتے۔ بلکہ حزب اختلاف والی پارٹی بمع اپنے قائد حزب اختلاف کے موجود ہوتی ہے۔ اور

جو انعامات ایسے اجتماعات پر مرتب ہوتے ہیں ان کا منظر قیامت کے دن دیکھنے والا ہوگا۔ انتظار کرو۔

## عرس کی ہیئت ترکیبی میں پائے جانے والے امور و وظائف کی شرعی حیثیت

اب ان امور و وظائف پر بحث کرتے ہیں جو عرس میں پائے جاتے ہیں۔ اور دیکھتے ہیں کہ یہ چیزیں شریعت میں جائز ہیں یا ناجائز یا کیا حیثیت رکھتی ہیں؟ اور بعض لوگوں کا عرس منعقد کرنے سے منع کرنا یا اس پر اعتراضات کرنا کیا حیثیت رکھتا ہے؟ ان میں سے کچھ چیزوں کا بیان اور ان پر باقاعدہ تحقیق وتمحیص پیچھے گذر گئی ہے جو باقی رہ گئی ہیں وہ اب مفصل بیان کی جاتی ہیں اور وہ یہ ہیں۔ تلاوت قرآن پاک، ذکر الٰہی تعالیٰ، درود وسلام، نعت رسول اکرم ﷺ، بزرگان دین کے احوال اور فضائل ومناقب، وعظ ونصیحت اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر، احکام شرعیہ کی تعلیم واشاعت، اجتماعی دعا اور توبہ واستغفار، ایصال ثواب، مہمان زائرین کی مہمان نوازی وضیافت، وَتِلْكَ الْحَسَنَاتُ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ۔ اگر یہ سب کام اپنی اپنی ذات میں جائز وحامل اہمیت ہوئے تو ظاہر ہے کہ ان کا مجموعہ جس کو "عرس" کا نام دیا جاتا ہے۔ بھی جائز اور حامل اہمیت ہوگا اور یہ وہ بات ہے جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ ابتدا میں اس پر کچھ بحث بطور تمہید گزر چکی ہے۔ اب تفصیل ملاحظہ ہو۔

### ۱۔ تلاوت قرآن حکیم:

عرس شریف کے لئے قرآن خوانی کا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے کئی لوگ عرس کی محفل میں حاضر ہونے کیلئے اور ایصال ثواب کرنے کیلئے اپنے اپنے طور پر قرآن خوانی کر کے لاتے ہیں۔ اور جہاں عرس ہو وہاں بھی قرآن خوانی کی محافل کی جاتی ہیں۔ پھر عرس کے اجتماع میں نعت شریف اور وعظ ونصیحت اور علماء کرام کی تقاریر



سے پہلے بڑے بڑے ماہر اور خوش الحان قرآء عظام بڑے آداب کو ملحوظ رکھ کر اور قواعد تجوید وقرأت کے مطابق کافی دیر تلاوت قرآن حکیم کرتے رہتے ہیں اور حاضرین ہمہ تن گوش ہوکر اور گہری دلچسپی سے تلاوت سنتے رہتے ہیں۔ ساری مجلس باوضو حالت میں قرآن پاک کی تلاوت کرنے اور سننے میں مستغرق رہتے ہیں۔ کیا یہ مذکورہ طریقہ پر قرآن خوانی اور تلاوت کرنا، سننا بدعت ہے اور شرک ہے؟

ع۔ شرم مگر تم کو آتی نہیں۔

اور قرآن پاک پڑھنے سننے کے جو فضائل ہیں وہ تو ہر مسلمان کو معلوم ہی ہیں، ہاں تبرک کیلئے چند احادیث مبارکہ ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں۔

## قرآن پاک پڑھنے اور سننے کے فضائل:

"عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللهِ فَلَهٗ بِهٖ حَسَنَةٌ وَّالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا۔ لَا أَقُوْلُ: "الٓمّٓ حَرْفٌ أَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيْمٌ حَرْفٌ"

(جامع الترمذی وسنن الدارمی وعنہما المشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے کتاب اللہ میں سے ایک حرف پڑھا اس کے لئے نیکی ہے اور نیکی دس گنا (ہوتی) ہے۔ میں نہیں فرماتا کہ "الٓمّٓ" (کا مجموعہ) ایک حرف ہے۔ الف ایک حرف ہے لام ایک حرف ہے میم ایک حرف ہے۔ (مطلب مبارک یہ کہ الٓمّٓ پڑھنے سے تیس نیکیاں حاصل ہوتی ہیں۔ ہر حرف پر دس دس)۔

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

مَنِ اسْتَمَعَ اِلٰی آیَۃٍ مِّنَ الْقُرْآنِ کُتِبَتْ لَہٗ حَسَنَۃٌ مُّضَاعَفَۃٌ وَّمَنْ تَلَاھَا کَانَتْ لَہٗ نُوْرٌ یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔

ترجمہ: جس نے قرآن کی آیت توجہ سے سنی اس کے لئے نیکی کئی گنا کر کے لکھی جاتی ہے اور جس نے اس کی تلاوت کی وہ (آیہ) اس کیلئے قیامت کے دن نور ہوگی۔

(مسند امام احمد فی مسند ابی ہریرہ)

۳۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

"مَنِ اسْتَمَعَ اِلٰی آیَۃٍ مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ کَانَتْ لَہٗ نُوْرًا"

ترجمہ: جس نے کتاب اللہ میں سے ایک آیت (ہی) سن لی تو وہ قیامت کے دن اس کے لئے نور ہوگی۔ (مسند امام احمد)

۴۔حضرت خالد بن معدان فرماتے ہے۔

"مَنْ یَقْرَءُ الْقُرْآنَ لَہٗ اَجْرٌ وَّمَنِ اسْتَمَعَ لَہٗ اَجْرَانِ"

ترجمہ: جس نے قرآن پڑھا اس کیلئے بڑا اجر ہے (لفظ اجر میں تنوین تعظیم کے لئے ہے) اور جس نے قرآن غور سے سنا اس کے لئے دوگنا اجر ہے۔ (سنن دارمی)

## ذکر الٰہی تعالیٰ کے فضائل:

عرس میں جو نیکی بکثرت پائی جاتی ہے۔ وہ ذکر الٰہی عزوجل اور درود و سلام کی کثرت ہوتی ہے۔ ان دو بابرکت کاموں کے لئے مستقل محفل کا بھی اہتمام ہوتا ہے اور عام اجتماع میں بھی یہ کام ہوتے ہیں۔ حتی کہ کئی لوگ ایصال ثواب کیلئے اپنے گھر سے بڑی بڑی تعداد میں ذکر الٰہی کے وظائف اور درود پاک کی بڑی بڑی تعدادیں پڑھ کر لاتے ہیں اور عرس میں حاضری کیلئے آتے ہوئے اور واپس گھروں کو جاتے ہوئے بھی یہی ذکر الٰہی اور درود و سلام پڑھتے ہوتے ہیں۔ یہ دونوں عمل اپنی



اپنی جگہ بہت بڑی فضیلت کے حامل ہیں کسی مسلمان سے ان کی فضیلت پوشیدہ نہیں مگر برکت کیلئے ذیل میں پہلے ذکر الٰہی کی فضیلت والے فرمودات شرع پڑھیں بعد میں درود و سلام کی فضیلت والے۔

۱۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

"فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ" (سورہ بقرہ پارہ دوم)

ترجمہ: پس تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر فرماؤں گا۔ اور میرا شکر بجالاؤ اور مجھ سے کفر نہ کرو۔

۲۔"وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ" (سورہ جمعہ پارہ نمبر ۲۸)

ترجمہ: "اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرو اس امید پر کہ تم فلاح پا جاؤ۔"

۳۔"وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ وَالذّٰکِرَاتِ اَعَدَّ اللّٰہُ لَہُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا"

سورہ احزاب آیہ نمبر ۳۵

ترجمہ: "اور اللہ کا ذکر کرنیوالے مرد اور عورتیں، اللہ نے ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم تیار فرما رکھا ہے۔"

ذکر کی فضیلت اور اس پر مرتب ہونے فیوض و برکات اور فضائل کے متعلق احادیث مبارکہ کچھ تو پچھلے صفحات پر گذر چکیں چند ایک مزید برکت کیلئے ذکر کی جاتی ہے۔

۱۔حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِخَیْرِ اَعْمَالِکُمْ وَاَزْکَاھَا عِنْدَ مَلِیْکِکُمْ وَاَرْفَعِھَا فِیْ دَرَجَاتِکُمْ وَخَیْرٌ لَّکُمْ مِنْ اِنْفَاقِ الذَّھَبِ وَالْوَرِقِ وَخَیْرٌ لَّکُمْ مِنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّکُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَھُمْ وَیَضْرِبُوْا اَعْنَاقَکُمْ۔ قَالُوْا "بَلٰی"۔ قَالَ ذِکْرُ اللّٰہِ"

(مسند امام احمد سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ، ابن ابی الدنیا والحاکم وصححہ واقرہ علیہ الذھبی واخرجہ الجامع الصغیر ورقم بصحتہ ولہ شواھد من الاحادیث)

ترجمہ: کیا تمہیں نہ بتاؤں تمہارے اعمال میں سے جو سب سے بہتر اور سب سے زیادہ پاکیزہ ہے تمہارے مالک (حقیقی رب تعالیٰ) کے دربار میں اور تمہیں درجوں بلند کرنے والا اور تمہارے سونا چاندی خرچ کرنے سے بہتر اور تمہارے اس کام سے بہتر کہ تم دشمنان (دین) سے (بحالت جنگ) ملو پھر تم ان کی گردنیں مارو وہ تمہیں شہید کریں۔ صحابہ نے عرض کیا، کیوں نہیں! حضور ضرور فرمائیں۔ فرمایا ''وہ اللہ کا ذکر ہے''۔

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کوئی قوم (جماعت گروہ) اکٹھی نہیں ہوتی جو محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اللہ کا ذکر کر رہے ہوں۔

اِلَّا نَادٰھُمْ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَاءِ اَنْ قُوْمُوْا مَغْفُوْرًا لَّکُمْ قَدْ بَدَّلْتُ سَیِّئَاتِکُمْ حَسَنَاتٍ (مسند امام احمد۔ والطبرانی عن سھل بن الحنظلیۃ)

ترجمہ: مگر ایک منادی عزوجل آسمان سے ندا فرماتا ہے۔ (فراغتِ مجلس پر) کہ اٹھ جاؤ اس حال میں کہ تم بخش دیئے گئے ہو۔ بے شک میں نے تمہاری برائیاں نیکیوں میں بدل دی ہیں۔

۳۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بروز قیامت اللہ تعالیٰ کئی اقوام (جماعتوں، گروہوں) کو اٹھائے گا ان کے چہروں میں نور ہوگا موتیوں کی منبروں پر بیٹھیں گے لوگ ان پر رشک کریں گے وہ نہ نبی ہوں گے۔ نہ شہید، تو ایک صحابی نے عرض کیا۔ حضور ان کے بارے ہمیں بتائیں تاکہ ہم انہیں پہچانیں۔ فرمایا۔

''ھُمُ الْمُتَحَابُّوْنَ فِی اللّٰہِ مِنْ قَبَائِلَ شَتّٰی یَجْتَمِعُوْنَ عَلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ یَذْکُرُوْنَہٗ''
(رواہ طبرانی بسند حسن کذا فی مجمع الزوائد)



ترجمہ: وہ اللہ تعالیٰ کی رضا میں آپس میں محبت رکھنے والے ہوں گے مختلف قبیلوں، خاندانوں سے اللہ تعالیٰ کے ذکر پر اکھٹے ہوا کریں گے اس کا ذکر کیا کریں گے۔

ذکر الٰہی تعالیٰ پر احادیث مبارکہ بہت ہی زیادہ ہیں کتب حدیث پاک میں پڑھیں۔ یہ تین نمبر والی حدیث پاک خاص اجتماع عرس کی فضیلت پر بھی واضح دلالت کر رہی ہے۔

''وَلٰکِنَّ الْمُنْکِرِیْنَ لِلْحَقِّ قَوْمٌ لَا یَشْعُرُوْنَ وَلَا یَعْلَمُوْنَ وَھُمْ عَنِ الْحَقِّ مُتَبَاعِدُوْنَ وَعَنْ طَرِیْقِ الْحَقِّ یَصُدُّوْنَ۔''

## درود و سلام کے فضائل و برکات:

وظیفہ درود و سلام فضیلت و عظمت میں اپنی مثال آپ ہی ہے کہ اس میں خود خالق و مالک کائنات بھی اپنی شان کے مطابق شامل ہے اپنے پیارے ملائکہ اور اپنے پیارے بندوں کے ساتھ۔ اور اپنے بندوں کو بصیغۂ امر اس نے اس کی ادائیگی کا حکم بھی فرما رکھا ہے۔ اس کا فرمان پاک ہے:

''اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔'' (سورہ احزاب)

ترجمہ: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے، اس نبی (پاک) پر درود بھیجتے ہیں۔ اے وہ لوگو جو ایمان رکھتے ہو ان پر درود بھی بھیجا کرو اور سلام بھی خوب پڑھا کرو۔

درود و سلام کی فضیلت اور اس کے فیوض و برکات پر احادیث مبارکہ بہت زیادہ ہیں، چند ایک سطور ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں۔ سب کا احاطہ یہاں مشکل ہے۔ ہمارا مقصد عوام الناس حضرات کو یہ بتانا ہے کہ وہ دیکھیں کہ کیسے عظیم نیکی کے کاموں سے کائنات میں موجود باطل قوتیں (شیاطین الانس والجن) مختلف حیلوں، بہانوں، باطل حجتوں، مکروفریب اور دغابازی سے روکتی ہیں اور وسائل و وسائطِ جنت صالحات

وحسنات سے سدراہ ہوتی ہیں۔اوران اہم دینی اعمال ووظائف سے روکنے کوشریعت اوردین کا نام دے رکھا ہے۔ وَإِلَى اللّٰهِ الْمُشْتَكٰى ۔اورطرفہ تماشا یہ کہ اپنی ظاہری ہیت اوروضع قطع دین کے لبادہ میں سجارکھی ہے۔منہ پرسنت نبوی کا نشان رکھا ہوا ہے ہاتھوں میں تسبیحاں پکڑی ہیں مساجد اسلام پر قابض ہیں اوراپنے اس دھرم کی پرچار کے لئے دین کے نام پر مدارس وجامعات بنا رکھے ہیں۔اللہ کریم ! یہ کیسا وقت آچکا ہے اور یہ کیا ہورہا ہے۔تو تو سب کچھ دیکھتا جانتا ہے۔اپنے بندوں کو اپنے نبی کے غلاموں کوان سے بچا!

## درودوسلام کے فضائل پراحادیث مبارکہ:

۱۔حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا۔

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلٰوةً وَّاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا

ترجمہ:جس نے مجھ پرایک دفعہ درود بھیجا اللہ (سبحانہ وتعالیٰ) اس پردس رحمتیں بھیجتا ہے۔(الصحیح لمسلم)

۲۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا۔

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلٰوةً وَّاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَّحَطَّ عَنْهُ عَشْرَ سَيِّئَاتٍ وَرَفَعَهٗ بِهَا عَشْرَ دَرَجَاتٍ ۔ (سنن النسائی)

ترجمہ:جومجھ پرایک دفعہ درود بھیجے اللہ اس پردس درودیعنی رحمتیں بھیجتا ہے اوراس سے دس گناہ اتارتا ہے(مٹاتا ہے) اوراس درود کی وجہ سے اس کودس درجے رفعت عطا فرماتا ہے۔

۳۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے



ارشادفرمایا۔بے شک قیامت کے دن میرے قریب تر وہی ہوگا جس نے مجھ پر کثرت سے درود پڑھا ہوگا۔ (الجامع للترمذی)

انہی احادیث سے سمجھ لیں کہ ایک دفعہ سلام بھیجنے پربھی دس سلامتیاں ملتی ہیں اوردس گناہ مٹتے ہیں اوردس درجے بلند ہوتے ہیں کیونکہ صلوٰۃ اور سلام دونوں کا حکم بھی اکٹھا ہے اورثواب بھی برابر ہے اورذکربھی دونوں کا امر کے صیغے سے ہے۔رہا دونوں حکموں کا فقہی حکم یعنی وجوب واستحباب اوراس کے مواقع وہ کتب فقہ اوراصول فقہ اورشروحات احادیث میں مفصل مذکور ہے۔یہاں اس تفصیل کا موقع نہیں۔

## نعت رسول پاک کے فضائل:

بزرگان دین کے اعراس مبارکہ میں نعت خوانی اورسماع نعت شریف ایک مستقل وظیفہ کی حیثیت رکھتا ہے۔انتہائی پرکیف، مسحورکن اور پراثر نعتیہ کلام بڑے بڑے صاحب ذوق شعرآ اورصاحب الحان نعت خوان پڑھتے اورلوگوں کوسناتے ہیں۔ ان کلاموں میں بڑے لطیف انداز میں حضورسرور وسید کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ اظہار محبت وعشق اور اظہار عقیدت وتعظیم ہوتا ہے۔آپ ﷺ کی پاک صفات ومبارک خوبیاں اورفضائل وکمالات کا بیان ہوتا ہے۔ذکرِ نعت حضوراکرم ﷺ کے موقع کے احوال وکیفیات کوضبط قلم میں لانا مشکل ہے۔جومجالس نعت شریف میں حاضری دیتے ہیں ان کومعلوم ہی ہے اورجن بدنصیبوں کوایسی توفیق نہیں وہ حق تعالیٰ سے توفیق کی دعا کریں اوراپنے باطن اپنے پیارے نبی اکرم ﷺ کے متعلق صاف کریں۔عقائد درست کریں اورحضور پاک ﷺ کوجس طرح ماننے کا حق اورحکم ہے اسی طرح مانیں اورکسی مجلس نعت میں حاضرہوکرخودسب کچھ دیکھ سن لیں۔ نعتِ رسول کریم ﷺ ایک مستقل دینی ایمانی موضوع ہے جس کے لئے مستقل تصانیف کی ضرورت ہے۔اس تحریر کا دامن اس کے ضبط سے قاصر ہے۔یہاں صرف

اتنا سمجھ لیں کہ نعت شریف کی صورت میں ذکر رسول کریم ہوتا ہے۔ اور ذکر رسول کریم کی شان ہے۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (سورہ الم نشرح)

ترجمہ: ''اور اے محبوب ہم نے آپ کا ذکر بلند کیا ہے''۔

اور حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو معراج کی رات فرمایا: اِنِّيْ لَا اُذْكَرُ اِلَّا ذُكِرْتَ مَعِيْ۔

ترجمہ: اے حبیب بیشک میرا ذکر نہیں ہوگا مگر تیرا ذکر میرے ساتھ ضرور ہوگا۔

(تفسیر ابن کثیر)

وقال فی التخریج: قال الهیثمی فی المجمع رجاله ثقات وثقهم ابن حبان۔

اور تفسیر بغوی میں اسی آیت کی تفسیر میں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

يُرِيْدُ الْاَذَانَ وَالْاِقَامَةَ وَالتَّشَهُّدَ وَالْخُطْبَةَ عَلَى الْمَنَابِرِ وَلَوْ اَنَّ عَبْدًا عَبَدَ اللّٰهَ وَصَدَّقَهٗ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَمْ يَتَشَهَّدْ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ لَمْ يَنْتَفِعْ بِشَيْءٍ وَكَانَ كَافِرًا۔

ترجمہ: اس سے اللہ تعالیٰ کی مراد ہے اذان، اقامہ، تشھد اور منبروں پر خطبے۔ اور اگر کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہے اور ہر چیز میں اس کی تصدیق بھی کرے اور حضرت محمد ﷺ کے رسول اللہ ہونے کی گواہی نہ دے تو اس نے کوئی نفع نہ اٹھایا (اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی تصدیق کر کے) اور وہ کافر ہی رہا۔

آگے امام بغوی حضرت قتادہ سے روایت کرتے ہیں۔

رَفَعَ اللّٰهُ ذِكْرَهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَلَيْسَ خَطِيْبٌ وَّلَا مُتَشَهِّدٌ وَّلَا صَاحِبُ صَلٰوةٍ اِلَّا يُنَادِيْ: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔



ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا دنیا اور آخرت میں ذکر اونچا کیا۔ ہے پس کوئی خطیب، کوئی تشھد پڑھنے والا کوئی نمازی نہیں مگر وہ پکارتا ہے۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

اور امام ضحاک نے کہا: لا تقبل صلوٰة الا به ولا تجوز الخطبة الا به یعنی نماز قبول نہیں ہوتی مگر ذکر رسول سے اور خطبہ جائز نہیں مگر ذکر رسول کے ساتھ۔

پھر آگے لکھتے ہیں (امام بغوی) رَفَعَ اللّٰهُ ذِكْرَهٗ بِاَخْذِ مِيْثَاقِهٖ عَلَى النَّبِيِّيْنَ وَاِلْزَامِهِمُ الْاِيْمَانَ بِهٖ وَالْاِقْرَارَ بِفَضْلِهٖ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا ذکر بلند کیا انبیاء کرام سے اپنا میثاق لے کر اور آپ ﷺ پر ایمان رکھنا ان کو لازم کر کے اور آپ ﷺ کی فضیلت کا ان سے اقرار لے کر۔ اور تفسیر ابن کثیر میں اسی آیت کی تفسیر میں حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ نعت لکھی ہے۔

غَرَّ عَلَيْهِ لِلنُّبُوَّةِ خَاتَمٌ مِّنَ ۔ اللّٰهِ مِنْ نُّوْرٍ يَّلُوْحُ وَيَشْهَدُ
وَضَمَّ الْاِلٰهُ اسْمَ النَّبِيِّ اِلَى اسْمِهٖ ۔ اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ فِي الْخَمْسِ اَشْهَدُ
وَشَقَّ لَهٗ مِنِ اسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ ۔ فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَّهٰذَا مُحَمَّدٌ

ترجمہ: (۱) چمکی آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ختم نبوت کی مہر، جو کہ نور میں سے ہے جو روشنی دیتی ہے اور گواہی دیتی ہے۔

(۲) معبود برحق نے نبی پاک کا نام مقدس اپنے نام اقدس کے ساتھ ملا رکھا ہے جب پانچوں اوقات میں موذن کہتا ہے اشھد۔

(۳) اور آپ ﷺ کا نام پاک اس نے اپنے نام اقدس سے نکالا ہے پس وہ عرش والا محمود ہے یہ ذات پاک محمد ﷺ۔

اور تفسیر روح المعانی میں حضرت علامہ آلوسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اسی آیت کی

تفسیر میں۔

(وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ) بِالنُّبُوَّةِ وَغَيۡرِهَا وَاَيُّ رَفۡعٍ مِثۡلُ قَرۡنِ اسۡمِهٖ عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بِاسۡمِهٖ عَزَّوَجَلَّ فِيۡ كَلِمَتَيِ الشَّهَادَةِ وَجَعَلَ طَاعَتَهٗ طَاعَتَهٗ وَصَلّٰى عَلَيۡهِ فِيۡ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَاَمَرَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ بِالصَّلَاةِ عَلَيۡهِ وَخَاطَبَهٗ بِالۡاَلۡقَابِ كَيَا اَيُّهَا الۡمُدَّثِّرُ، يَا اَيُّهَا الۡمُزَّمِّلُ، يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ يَا اَيُّهَا الرَّسُوۡلُ وَذَكَرَهٗ سُبۡحَانَهٗ فِيۡ كُتُبِ الۡاَوَّلِيۡنَ وَاَخَذَ عَلَى الۡاَنۡبِيَآءِ عَلَيۡهِمُ السَّلَامُ وَاُمَمِهِمۡ اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡا بِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ: (اور ہم نے آپ کا ذکر بلند کردیا) نبوت کے ساتھ اور دیگر صفات وکمالات کے ساتھ۔ اور اس بلندی کی طرح کیا بلندی ہو سکتی ہے کہ اس نے ان کا نام اپنے نام کے ساتھ ملایا ہے کلمہ شھادۃ میں اور ان کی طاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔ اور اپنے ملائکہ میں خود بھی ان پر درود بھیجتا ہے اور اہل ایمان کو آپ ﷺ پر درود پڑھنے کا حکم دیتا ہے۔ اور آپ ﷺ کو (انتہائی پیارے پیارے) القاب سے مخاطب فرمایا ہے۔ جیسے یاایھا المدثر، یاایھا المزمل، یاایھا النبی اور یاایھا الرسول۔ اور اس سبحانہ نے آپ کا پہلی کتابوں میں ذکر فرمایا اور انبیاء کرام اور ان کی امتوں پر عہد لیا ہے کہ وہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام پر ایمان رکھیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

خیر یہ موضوع لمبا ہے اس کو احاطہ بیان میں لانا سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کے بس میں نہیں۔

ہمارا مطلب یہاں یہ تھا کہ نعت شریف نبی اکرم ﷺ کا ذکر پاک ہی ہوتا ہے اور ذکر نبوی کی کیفیت وشان جو دربار خداوندی اور کائنات میں ہے اس کی طرف قرآن حکیم کی روشنی میں اشارہ ہوگیا ہے۔ لہذا مزید وضاحت کی یہاں گنجائش نہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ نعت کا معنی ہے ''تعریف'' ثلاثی مجرد میں یہ تین بابوں



سے آتا ہے۔ فتح کے باب سے آئے تو اس کا معنی ہے تعریف کرنا۔ اور صفات حسنہ بیان کرنا۔ اور سمع کے باب سے ہو تو اس کا معنی ہے عمدہ صفات ظاہر کرنا اور کرم کے باب سے آئے تو اس کا مطلب ہوتا ہے پیدائشی طور پر عمدہ صفات والا ہونا۔ کتب لغت عربی دیکھ لیں۔

پس حضور پرنور ﷺ کی صفت وثناء نثر میں ہو یا نظم میں وہ نعت ہی ہے۔ اور شریعت مطہرہ کا سرچشمہ قرآن ہو یا سنت (حدیث) وہ سب آپ ﷺ کی نعت شریف ہی ہے۔ کہ اس میں آپ ﷺ کے احوال، اوصاف اور کمالات کا ہی ذکر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور اکرم ﷺ کے خلق عظیم کے بارے سوال ہوا تو مائی صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ كَانَ خُلُقُهُ الۡقُرۡآنَ یعنی آپ کا خلق اقدس قرآن ہی ہے۔ کتب تفسیر زیر آیہ کریمہ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيۡمٍ اور سنت مطہرہ واحادیث مبارکہ اسی قرآن ہی کا بیان ہیں۔ لہذا قرآن وسنت سب حضور اکرم ﷺ کے اوصاف وکمالات کا ہی بیان اور ذکر ہے حاصل کلام یہ کہ

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام<br>
آقا کان جدھر بھی لگایئے تیری ہی داستان ہے

(اعلیٰ حضرت عظیم البرکت)

اور اگر نعت خوانی اور نعت گوئی سے مراد یہ مروج نعت خوانی اور سماع نعت مراد لیا جائے تو یہ بھی نبی اکرم ﷺ کی حیات ظاہری میں اور پھر دور صحابہ پھر قرنہا قرنہا سے جاری وساری اور مسلمانوں میں رائج ہے۔ ایک خاص قسم کے عنقریب حادث ہونے والے فرقے کے سوا آج تک اہلِ اسلام میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔ مذاق اڑانا یا طنز وطعن کرنا ہے تو دور از ایمان اور دور از عقل بات ہے۔ کہ کیا کوئی مسلمان ایسا بھی ہو سکتا یا کسی نبی کو ماننے کا دعویدار ایسا بھی متصور ہو سکتا ہے جو اپنے نبی کی

صفت وثنا گوئی کے مذاق اڑائے یا اس پر طعن وطنز کرے۔ مسلمان سے تو ایسا محال ہے کسی یہودی عیسائی سے اس بارے بات کر کے دیکھ لو۔

صحیح بخاری شریف باب ذکر الملائکہ میں ہے، حضرت سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ حضرت عمر مسجد نبوی میں آئے تو حضرت حسان نعت پڑھ رہے تھے۔ حضرت حسان نے فرمایا کہ میں اس مسجد میں نعت خوانی کیا کرتا تھا جبکہ اس میں آپ سے بہتر ہستی پاک یعنی نبی کریم ﷺ ظاہر جلوہ پاک میں موجود ہوتے تھے۔ پھر حضرت حسان نے حضرت ابو ہریرہ کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا کہ خدا کی قسم! بتاؤ کیا تم نے سنا تھا جب رسول اللہ ﷺ فرماتے "اَجِبْ عَنِّیْ" یعنی میری شان و عظمت بیان کرو۔ اللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔ اے اللہ اس (حسان) کی مدد فرما روح القدس (جبریل امین) کے ذریعے۔ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا: "ہاں"۔

اسلام میں نعت گوئی اور نعت خوانی اور سماع نعت کی تاریخ معلوم کرنی ہو تو سیرت کی کتاب "نقوش" جلد دہم دیکھیں وہ ساری جلد حضور اکرم ﷺ کی مبارک نعتوں پر مشتمل ہے۔ عربی زبان میں فارسی زبان میں، اردو اور ہندی زبان میں، اس میں خلفاء راشدین حضرت حسان حضرت فاطمۃ الزہرآء حضرت عائشہ صدیقہ حضرت عباس حضرت عبداللہ بن رواحہ حضرت امام حسن، حضرت امام حسین اور دیگر کئی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا نعتیہ کلام موجود و مذکور ہے۔ اسے پڑھیں! روح خوش نہ ہو تو بات کرنا لیکن ایمان شرط ہے کیونکہ یہ خوشی ولطفِ قلبی ایمان پر مرتب ہوتا ہے کیونکہ

مور کھنوں کی پند نصیحت تے پتھرنوں کی پالا
سے مناں چا صابن لائیے بھورا کالے دا کالا

یعنی اُجڈ بد دماغ کو پند و نصیحت اثر نہیں کرتی نہ کبھی پتھر کو سردی ٹھنڈک لگی ہے۔ کالے رنگ کے بھورے کو سینکڑوں من صابن لگا لگا کر دھوتے رہیں وہ کالے کا کالا ہی رہتا ہے۔



## بزرگان دین کے فضائل ومناقب بیان کرنے کی شرعی حیثیت:

شرعی اعراس میں مذکورہ بالا وظائف حمیدہ کے ساتھ بزرگان دین یعنی انبیاء کرام خصوصاً حضور نبی کریم سرور انبیاء علیہم السلام اجمعین اور آپ کی امت کے اولیاء وصلحا کے تذکرے اور ان کے فضائل بیان کئے جاتے ہیں جن سے سامعین کے عقائد مضبوط اور ایمان قوی ہوتے ہیں اور ان پاکیزہ حضرات سے عقیدت ومحبت بڑھتی ہے، جو کہ ایمان کے اصولوں میں سے ایک مستقل اصل ہے۔ پھر ان کے احوال وسیر سے آگاہی پا کر لوگ ان کی راہ پر چلنے کے عہد کرتے ہیں اور ان کے طریقوں کو سیکھتے ہیں۔ اور اپنی نمازوں وغیرہ میں جو دعا اپنے رب سے مانگتے رہتے ہیں۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ۔

عرس جیسی محافل میں آ کر وہ اس راہ کی طرف راہ پاتے ہیں۔ اور یہ عنوان شریعت میں ایک اہم اور مستقل عنوان ہے۔ قرآن پڑھیں اس میں کتنے انبیاء کرام کے کیسے کیسے فضائل ومناقب بیان ہوئے ہیں اور ساتھ ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے فضائل ومناقب پھر عام اولیاء کرام کے بھی مثلاً سیدہ مائی پاک مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ سیدہ مائی پاک حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ، حضرات اصحاب کھف، مومن آل فرعون، پھر حضرت آسیہ حضرت آصف اور اس طرح اور کئی حضرات کا تذکرہ وفضائل ومناقب۔ پھر کتب احادیث میں مذکور مناقب صحابہ کرام و اہل بیت عظام بزبان اقدس حضور نبی کریم ﷺ اور کئی اولیاء کرام کے مناقب جیسے حضرت اویس قرنی اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ وغیرہ اولیاء کرام علیہم الرضوان کے فضائل ومناقب پھر سیدنا امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل اور مناقب کا بیان۔ ان سب حضرات کے مبارک تذکرے احادیث مبارکہ میں موجود ہیں۔ ہر حدیث کی کتاب میں یہ عنوان مستقل موجود ہے۔ اور حدیث کی کتاب کنز العمال شریف میں پوری تقریباً دو جلدوں

میں سینکڑوں صفحات پر فضائل بزرگان کا ذکر وتذکرہ احادیث مبارکہ کی صورت میں موجود ہے۔اور قرآن وسنت بیان کے لئے ہی آئے ہیں نہ کہ چھپا رکھنے کے لئے۔ جب قرآن وسنت پڑھیں گے تو یہ تذکرہ آئے ہی آئے گا۔اور جو یہ تذکرہ نہ کرے گا وہ لعنت الٰہی اور لعنت الملائکہ والناس اجمعین کا مورد ٹھہرے گا اور دائمی عذاب کا بھی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الْكِتٰبِ اُولٰٓىٕكَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَیَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَیَّنُوْا فَاُولٰٓىٕكَ اَتُوْبُ عَلَیْهِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔

(سورہ بقرہ آیات نمبر 160/159)

ترجمہ: بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں اسے جو ہم نے ہدایت اور روشن باتیں اتاری بعد اس کے کہ ہم اسے لوگوں کیلئے کتاب میں واضح فرما چکے ان پر اللہ کی لعنت اور سب لعنت کرنے والوں کی لعنت۔مگر جو توبہ کرلیں اور درستگی کریں اور بیان کریں (وہ بیان کرنے کی چیزیں) تو میں ان کی توبہ قبول فرماؤں گا۔اور میں ہی ہوں بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان۔پھر آگے ایسے حق کے منکرین کے بارے میں فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓىٕكَ عَلَیْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓىٕكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ۔

(ایضاً آیہ نمبر 162/161)

ترجمہ: بے شک جنہوں نے نہ مانا اور منکر ہی مر گئے ان پر لعنت ہے اللہ اور فرشتوں اور انسانوں سب کی۔ہمیشہ رہیں گے اس (لعنت) میں۔نہ ان پر سے عذاب ہلکا ہو گا نہ ہی وہ مہلت دیئے جائیں گے۔



اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور نبی کریم ﷺ نے اپنے فرمودات میں جو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کی وحی ہیں اپنے پیاروں کے فضائل اور مناقب اور عظمتیں بیان فرمائی ہیں اور آگے بیان کرنے کیلئے ہی بیان فرمائی ہیں تو جو ان کو چھپائے کہ کہیں لوگ ان محبوبان خدا اور رسول کی عزت وتکریم اور توقیر وتعظیم نہ کرنے لگیں اور ان کے عقیدت مند نہ ہو جائیں (حالانکہ یہ عین حکم خداوندی ہے) بلکہ لوگوں کو الٹے سبق پڑھائیں اور گمراہی کی راہ چلائیں اور ان بزرگوں کی عزت وتکریم اور توقیر وتعظیم کو کفر اور شرک قرار دیں اور ان کی بے ادبی اور گستاخی کو توحید و وحدانیت الٰہی کا نام دیں ان کے متعلق قارئین کرام خود ہی فیصلہ کرلیں کہ وہ ان آیتوں میں مذکورہ لعنت اور عذابوں سمیت مزید کس کس چیز کے حقدار اور سزاوار ہوں گے۔ اور یہ بھی فیصلہ خود ہی کرلیں کہ یہ بزرگوں کے فضائل اور مناقب کن کی مجالس ومحافل میں بیان کئے جاتے ہیں اور کیسی مجالس ومحافل ہیں۔

اور جو خود بیان کی اہلیت نہ رکھے لیکن ایسے بیانات سے اعراض کرے اور ان کے تمسخر اڑائے اور طعن وتشنیع کرے اس کے بارے قرآن وسنت میں وعیدات ہماری تو گنتی شمار سے بھی باہر ہیں کون کونسی وعید ذکر کریں۔

### وعظ ونصیحت اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر:

یہ عمل کسی بھی شرعی عرس میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔علماء عظام واعظین کرام، خطباء ومبلغین اسلام بہت اہم موضوعات پر محققانہ تقاریر کرتے ہیں۔ حاضرین باوضو باادب، وجدانی کیف میں سنتے ہیں۔خوف خدا سے کانپ اٹھتے ہیں۔کبھی امید رحمت ومغفرت میں جھوم جھوم جاتے ہیں۔کبھی محبت الٰہی میں اور کبھی محبت رسول اکرم ﷺ میں فرط جذبات میں توحید ورسالت کے نعرے بلند کرنے لگتے ہیں تو کبھی عشق الٰہی وعشق نبوی میں پرسوز اشک بہانے لگتے ہیں۔کبھی

مشاہدہ ربانی میں کھو جاتے ہیں تو کبھی حضوری نبویؐ میں گم ہو جاتے ہیں۔ گناہ گار تائب ہو جاتے ہیں۔ اور نیکو کار اپنی راہ پر مزید مضبوط ہو جاتے ہیں۔ راہ سلوک کے متمنی حضرات میں واصل با صراط مستقیم ہونے کا شوق مزید بیدار ہو جاتا ہے تو کسی واصل باللہ اور کسی عارف باللہ کے ہاتھوں میں بیعت کا ہاتھ دینے کیلئے ان کے دل مچلنے لگتے ہیں اور وہ کسی موصوف ہستی سے بیعت کر کے طاعتِ خدا اور رسول عزوجل و ﷺ کا پختہ عہد کر لیتے ہیں۔ اور برائیوں اور نافرمانیوں سے اپنا دامن بچا کر رکھنے کا پختہ ارادہ کر لیتے ہیں اور کسی بابرکت سلسلہ ارادت کی لڑی میں منسلک ہو جاتے ہیں۔

قارئین ہی بتائیں کہ یہ عرس کتنی اہمیت کے حامل اجتماع ہوتے ہیں اور یہاں کیا کیا اور کتنی کتنی دولتیں بٹتی اور لٹائی جاتی ہیں۔ اور کیسے کیسے گوہر مراد دستیاب ہوتے ہیں اور اہل اسلام کی کس حد تک اصلاح ہوتی ہے۔ کیا اس طرح کے خیرات وحسنات والے وظائف عرس وغیرہ بدعت کا نام دے کر بند کر دینے چاہیں؟ ان امور میں سے کونسی چیز ہے جس کو بدعت کا نام دیا جا سکتا ہے؟ اور ان میں سے کونسا کام اور کونسی چیز ہے جو اصل دین سے نہیں؟

کیا وعظ ونصیحت کا حکم شریعت میں نہیں یا امر بالمعروف ونہی عن المنکر شرع کا مامور بہ نہیں؟ اور ان چیزوں سے متاثر ہونا اور اپنے آپ کی اصلاح کر کے صراط مستقیم پر گامزن ہو جانا اور محبت وخوف سے متصف ہونا اور حق تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب کے عشق میں صاحب ذوق ہو جانا کیا یہ سب چیزیں بدعت ہیں؟ اگر یہ امور بدعت ہیں تو ان منکرین ہی سے پوچھو کہ ایمان کیا ہے؟ اب اگر وعظ ونصیحت کرنے اور اس سے متاثر ہونے کے متعلق نصوص شرعیہ ذکر کی جائیں یا امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر تو بات بہت لمبی ہو جائے گی اور اس تحریر کا پھیلاؤ سمیٹنا مشکل ہو جائیگا۔ انتہائی اختصار کے ساتھ چند تبرکات ملاحظہ نظر ہوں۔



وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ الایہ نمبر (۳۳) حم سجدہ

ترجمہ: اور اس سے اچھی بات کس کی ہے جو اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے۔

وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ (آیہ نمبر ۵۵ ذاریات)

ترجمہ: اور وعظ ونصیحت کرتے رہو پس بیشک وعظ ونصیحت مومنوں کو نفع (فائدہ) دیتی ہے۔

۳۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تو اس امت مطہرہ کا امتیازی تاج اور منفرد اعزاز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہمیں فرمان ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (آل عمران آیہ نمبر ۱۱۰)

ترجمہ: تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدے کیلئے ظاہر کئے گئے ہو تم بھلائی کا حکم کرتے ہو اور تم برائی سے روکتے ہو اور تم اللہ کو مانتے ہو۔

## احکام شرعیہ وعلوم دینیہ کی اشاعت وتبلیغ:

مذکورہ بالا وعظ ونصیحت وغیرہ میں مختلف شرعی احکام اور دینی علوم کی اشاعت وتبلیغ تو خود بخود ہوتی رہتی ہے۔ علاوہ ازیں عوام الناس اور خصوصا شائقین علم دین اجتماع میں موجود بڑے بڑے علماء کرام سے مسائل ضروریہ اور پیش آمدہ احوال وحوادث کے متعلق شرعی حل وشرعی حکم دریافت کر لیتے ہیں۔ بعض جگہ باقاعدہ سوال وجواب کی محافل منعقد کی جاتی ہیں جن میں محققین علما کرام لوگوں کے مسائل کے جواب دیتے ہیں۔ اور بعض لوگ خطباء وواعظین اور مقررین سے دوران وعظ وتقریر بھی مسائل پوچھ لیتے ہیں جس سے وسیع پیمانہ پر دین اسلام کے اہم مسائل کی اشاعت ہو جاتی ہے۔ اور اکثر مواضع اعراس پر دینی کتب اور علمی کیسٹوں کے سٹال لگے ہوتے ہیں جہاں سے آسانی کے ساتھ لوگ علمی خزانے خرید کر گھر لے جاتا ہیں اور بعض مخیر حضرات دینی کتب ورسائل خرید کر فی سبیل اللہ بانٹ دیتے ہیں۔

اور یہ اشاعت علوم دینیہ فرائض اسلام میں سے ایک فریضہ محکمہ ہے کبھی فرض عین کی صورت میں کبھی فرض کفایہ کی صورت میں۔ نیز بارگاہ رب العزۃ کی طرف سے نبوت ورسالت کا سب سے اہم منصب اور وظیفہ یہی اشاعت علوم دینی ہی ہوتا ہے اور نائبین ووارثان نبوت بھی اس بات کے شرعی طور پر پابند ہیں کہ علوم دینیہ مختلف صورتوں میں لوگوں میں پھیلاتے رہیں تحریراً بھی اور تقریراً بھی۔ اس فریضہ پر عمل کرنے کے احکام کے دلائل ذکر کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ سارا قرآن حکیم اور تمام کتب حدیث پاک اس کا خود ہی ایک بین ثبوت ہیں کہ قرآن اشاعت کے لئے ہی اترا ہے اور احادیث کی بھی اشاعت ہی مقصود شارع ہے۔ اور اس اشاعت کے ذرائع ووسائل میں ایک ذریعہ ووسیلہ یہ عرس اور اس طرح کے دیگر شرعی اجتماعات ہیں محفل میلاد پاک نبوی علیہ الصلوۃ والسلام کا اجتماع ہو یا گیارہویں شریف کے نام پر ایصال ثواب وغیرہ کا اجتماع ہو۔

جب یہ ساری صورتیں اشاعت علم دین کی مقصودہ راہیں ہیں تو یہ بدعت کیسے ہوئیں کیا یہ عین سنت الٰہی وسنت نبوی اور سنتِ وارثین انبیاء نہیں تو اور کیا ہے؟ اگر یہ کام بھی بدعت ہے تو پتہ نہیں دین ایمان کس چیز کا نام ان لوگوں نے رکھا ہوا ہے جو ایسے کاموں کو بدعت کہتے ہیں۔ ہاں یاد آ گیا! کہ ایسے لوگوں نے اپنے مخصوص نظریات ومخصوص عقائد واعمال کو جو کہ مختلف قسم کے وساوس خناسی کے ملغوبے اور کمپلیکس (مرکب) ہیں انہیں دین کا نام دے رکھا ہے۔ جس کی تبلیغ واشاعت ان کا فریضہ محکمہ ہے۔ باقی جو اصل اسلامی دین ہے وہ سارا ان کے نزدیک شرک اور بدعت ہے۔ یہ سارا راز اس دن کھلے گا جس دن یہ ندا ہوگی۔

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ (سورہ یٰس آیہ نمبر ۵۹)

ساتھ اس سے اگلی چھ آیتیں بھی پڑھ لیں۔



## اجتماعی دعاء اور توبہ واستغفار:

عرس کے اختتام پر اجتماعی دعا ہوتی ہے۔ عموماً یہ کوشش کی جاتی ہے کہ کسی معتبر دینی شخصیت سے دعاء کرائی جائے۔ انتہائی خشوع وخضوع کی حالت میں آزردہ خاطر ہو کر لوگ اس بابرکت مقام اور بابرکت اہم دینی مقاصد کے حامل اجتماع میں دعائیں کرتے ہیں اپنی جائز مرادیں دربار حق تعالیٰ سے مانگتے ہیں، توبہ واستغفار کرتے ہیں اور بعض خوش نصیب ایسے مقامات میں آتے ہی اس لئے ہیں کہ وہ اپنی سابقہ حالتِ زندگی سے تائب ہونا چاہتے ہیں۔ نفس دعا اور توبہ واستغفار پر ترغیب والی آیات واحادیث نیز ان وظائف کی فضیلت وبرکت کے بیان پر مشتمل فرمودات سرسری گنتی شمار سے باہر ہیں، ذیل میں اجتماعی دعا وتوبہ اور ایسے مقاصد کے لئے کہیں سے چل کر آنے کی حیثیت اور اہمیت پر دلالت کرنیوالی چند نصوص پیش خاطر ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ
(سورہ نور آیہ نمبر ۳۱)

ترجمہ: اور سب مل کر اللہ کی طرف توبہ کرو اے ایمان والو اس امید پر کہ تم فلاح پالو۔

۲۔ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ۔
(سورہ ھود آیہ نمبر ۹۰)

ترجمہ: اور اپنے رب سے استغفار کرو پھر اس کی طرف توبہ کرو بے شک میرا رب رحم فرمانے والا محبت فرمانے والا ہے۔

۳۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُخْرِجَ (وَفِيْ رِوَايَةٍ كُنَّا نُؤْمَرُ بِالْخُرُوْجِ) فِي الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى الْعَوَاتِقَ وَالْحُيَّضَ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ فَاَمَّا

الْحُیَّضُ فَیَعْتَزِلْنَ الصَّلَاۃَ وَیَشْھَدْنَ الْخَیْرَ وَدَعْوَۃَ الْمُسْلِمِیْنَ ۔ قُلْتُ اِحْدَانَا لَا یَکُوْنُ لَھَا جِلْبَابٌ قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِتُلْبِسْھَا اُخْتُھَا مِنْ جِلْبَابِھَا۔"

(رواہ مسلم فی صحیحہ فی باب صلوۃ العیدین ورواہ البخاری فی عدۃ مواضع من صحیحہ عن ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم فرمایا اور ایک روایت میں ہے ہمیں حکم فرمایا جاتا (یعنی صرف ایک دفعہ کا واقعہ نہیں ہر عید پر ایسا حکم ہوتا) کہ ہم جوان بی بیوں اور ماہواری کے عارضہ والی بی بیوں اور پردے دار خواتین یعنی سب بی بیوں کو نکال لے چلیں عید الفطر میں (بھی) اور عید الاضحیٰ میں (بھی) لیکن ماہواری کے عارضہ والی نماز سے جدا رہتی تھیں اور خیر اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہوتی تھیں۔

زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں اتنا سمجھ لیں کہ اجتماعی دعا کی بارگاہ رسالت میں کتنی اہمیت ہے کہ جنہوں نے نماز نہیں پڑھنا ہوتی تھی انہیں بھی حکم تھا کہ چلو نماز نہیں تو اجتماعی دعا میں تو شامل ہو جاؤ۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت جناب امام احمد رضا خاں صاحب بریلوی علیہ الرحمہ نے اپنے فتاوی شریف کی جلد دہم (پرانا چھاپہ) میں طبرانی کی معجم کبیر اور امام ضیاء مقدسی سے حدیث روایت کی ہے جو کہ جامع صغیر للسیوطی میں بھی ہے کہ

اِذَا شَھِدَتْ اُمَّۃٌ مِّنَ الْاُمَمِ وَھُمْ اَرْبَعُوْنَ فَصَاعِدًا اَجَازَ اللّٰہُ شَھَادَتَھُمْ

ترجمہ: جب امتوں (قوموں) میں سے کوئی امت (قوم) کسی جگہ موجود حاضر ہوں اور وہ چالیس یا اس سے زیادہ ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کی وہ حاضری شھادۃ (جس مقصد کیلئے ہو) قبول فرمالیتا ہے۔ اس کی شرح تیسیر میں لکھا ہے۔

قِیْلَ وَحِکْمَۃُ الْاَرْبَعِیْنَ اَنَّہٗ لَمْ یَجْتَمِعْ ھٰذَا الْعَدَدُ اِلَّا وَفِیْھِمْ وَلِیٌّ ۔

یعنی کہا گیا ہے کہ چالیس کی حکمت یہ ہے کہ اس عدد میں یعنی تعداد



(مسلمانوں کی) جمع نہیں ہوتی مگر ان میں ایک ولی اللہ ضرور ہوتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ شریف جلد دہم صفحہ نمبر 201 مطبوعہ ادارہ تصنیفات امام احمد رضا کراچی)

۴۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"کَانَ فِیْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَۃً وَّتِسْعِیْنَ اِنْسَانًا ثُمَّ خَرَجَ یَسْئَلُ فَاَتٰی رَاھِبًا فَسَاَلَہٗ فَقَالَ اَلَہٗ تَوْبَۃٌ ۔ قَالَ لَا ۔ فَقَتَلَہٗ ۔ وَجَعَلَ یَسْئَلُ ۔ فَقَالَ لَہٗ رَجُلٌ اِئْتِ قَرْیَۃَ کَذَا وَکَذَا ۔ فَاَدْرَکَہُ الْمَوْتُ فَنَاءَ بِصَدْرِہٖ نَحْوَھَا ۔ فَاخْتَصَمَتْ فِیْہِ مَلٰٓئِکَۃُ الرَّحْمَۃِ وَمَلٰٓئِکَۃُ الْعَذَابِ ۔ فَاَوْحَی اللّٰہُ اِلٰی ھٰذِہٖ اَنْ تَقَرَّبِیْ وَاِلٰی ھٰذِہٖ اَنْ تَبَاعَدِیْ ۔ فَقَالَ قِیْسُوْا مَا بَیْنَھُمَا ۔ فَوُجِدَ اِلٰی ھٰذِہٖ اَقْرَبَ بِشِبْرٍ فَغَفَرَ لَہٗ ۔ (مشکوۃ المصابیح متفق علیہ باب الاستغفار)

ترجمہ: بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا جس نے ننانوے آدمی قتل کیے تھے۔ پھر وہ (بخشش ومعافی کے متعلق مسئلہ) پوچھنے نکلا۔ پس وہ ایک راہب کے پاس آیا۔ پس اس سے پوچھا کہ کیا اس کے لیے توبہ ہے۔ تو اس راہب نے کہا: "نہیں" پس اس نے اسے بھی قتل کر دیا۔ اور پھر (لوگوں سے اپنی توبہ کے بارے) پوچھنے لگا۔ پھر اس کو ایک آدمی نے کہا کہ فلاں بستی میں چلا جا۔ وہ جا رہا تھا کہ رستے میں اسے موت آگئی۔ پس وہ اس بستی کی طرف سینہ بڑھا کر گرا۔ پھر اس میں رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے جھگڑنے لگے، تو اللہ تعالیٰ نے اس بستی (جس کی طرف وہ جا رہا تھا) کو وحی فرمائی کہ وہ قریب ہو جائے اور دوسری (جدھر سے وہ آ رہا تھا) کو وحی فرمائی کہ وہ دور ہو جائے۔ اب اللہ نے ان کو فرمایا کہ دونوں بستیوں کا درمیانی فاصلہ ناپو۔ انہوں نے ناپا تو وہ اس بستی (جدھر کو جا رہا تھا) کے قریب نکلا ایک بالشت بھر پس اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔

اس حدیث پاک کی تشریح بہت طوالت چاہتی ہے اتنا تو آپ نے سمجھ ہی لیا ہوگا کہ جب کوئی توبہ استغفار کرنے کی غرض سے یا اور کسی اُخروی دینی بھلائی کی طلب میں نکل کھڑا ہو تو وہ اپنے مطلوب مقصد میں کامیاب قرار پاتا ہے بارگاہ خدائے ذوالجلال میں۔ اس مسئلہ پر قرآن وسنت کے اور دلائل بھی موجود ہیں جیسے وہ جو ہجرت کی غرض سے گھر سے چل پڑا اور رستے میں فوت ہوگیا اور وہ جو علم حاصل کرنے کے دوران فوت ہوگیا تو ان کو اپنے مطلوب مقصد کا اجر بھرپور مل جاتا ہے کیونکہ ہمارا رب تعالیٰ انتہائی رحیم وکریم ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوگیا ہوگا کہ نیک لوگوں کی مجلس، ان کی رہائش ان کے ڈیرے بارگاہِ ربوبیت میں کیا مرتبہ ومقام رکھتے ہیں کہ آدمی نیک نیتی اور اچھے مقصد کیلئے ان کی طرف چل ہی پڑے تو کام بن جاتے ہیں، مرادیں پوری ہو جاتی ہیں اور بدبختیاں سعادتمندی میں تبدیل ہوجاتی ہیں۔ اور بڑے سے بڑے گناہگاروں کی بخششیں ہوجایا کرتی ہیں۔ کیونکہ وہ جس بستی کی طرف جارہا تھا وہ اللہ تعالیٰ کے صالحین بندوں کی بستی تھی جیسا کہ شارحین حدیث نے بیان فرمایا ہے اور یہ بات ظاہر ہی ہے کہ وہ بستی کوئی فیوض وبرکات والی بستی تھی جس کا اللہ رب العزت کو بہت لحاظ تھا۔ نہ کہ بدعمل اور بدعقیدہ لوگوں کی بستی جو کہ خود ہی راندہ درگاہ ہوتے ہیں۔

## ایصال ثواب:

عرس کے اختتام پر دوران دعا اس سارے نیکیوں کے اہتمام اور پڑھائی درود وظائف وغیرہ کا بارگاہ رسالت مآب ﷺ اور تمام انبیاء کرام ورسل عظام علیھم الصلوٰۃ والسلام اور حضور اکرم ﷺ کے اہلِ بیت کرام وصحابہ عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین اور تمام عباد صالحین پھر تمام مومنین ومومنات کیلئے ایصال ثواب کیا جاتا ہے اور ان کے درجات کی بلندیوں کی دعائیں کی جاتی ہیں اور دیگر بھی ہر طرح کی بھلائیوں کی دعائیں کی جاتی ہیں۔



ایصال ثواب کی مشروعیت اور یہ کہ جس کو ایصال ثواب کیا جائے اسے اس کا فائدہ ونفع ضرور پہنچتا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور رحمت سے اور یہ کہ وہ ایصال ثواب دعا کی صورت میں ہو یا تلاوت قرآن اور ذکر اذکار یا دیگر کسی بھی قسم کی نیکی اور عبادت کا، سب جائز ومشروع ہے اور منظور ومقبول ہے۔ اس پر قرآن وسنت کی بہت سی نصوص واضح دلالت کرتی ہیں۔ حصول برکت کیلئے ان میں سے بعض سطور ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں انہیں پڑھیں اور اپنے ایمان تازہ کریں۔ اور ان پر عمل کرنے کا عہد کریں۔

۱۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو حکم فرمایا ہے کہ وہ اپنے والدین کے لیے دعا کیا کریں اس کا فرمان ہے۔ "وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيْرًا"
(سورہ اسرآء آیہ نمبر 24)

ترجمہ: "اور کہو اے میرے رب! ان دونوں پر رحمت فرما جیسا انہوں نے میری بچپن میں پرورش کی۔"

اس فرمان کے مطابق ہر مسلمان کیلئے حکم ربانی ہے کہ ماں باپ کے لیے اللہ رب العزۃ کے دربار سے رحمت کی دعا کرے، والدین زندہ ہوں یا فوت ہو چکے ہوں یہ حکم بہرحال برابر ہے۔ اب اگر والدین کو اولاد کی دعاؤں کا اثر نہ پہنچتا ہوتا تو یہ حکم لغو ہوتا ہے۔ حالانکہ ایسا خیال بھی کافرانہ خیال ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے مومن بندوں کی یہ شان بیان فرمائی ہے کہ وہ اپنے سے پہلے مومنوں کیلئے بخشش کی دعا کرتے ہیں اس کا فرمان ہے۔

"رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ" (سورہ حشر آیہ نمبر 10)

ترجمہ: "اے ہمارے رب! ہماری بخشش فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی جو ایمان کے ساتھ ہم سے پہلے ہو چکے ہیں۔"

اگر فوت شدگان کیلئے دعا مشروع نہ ہوتی اور انہیں اس کا فائدہ نہ پہنچتا ہوتا تو رب تعالیٰ ان دعا کنندگان کی ایسی تعریف نہ فرماتا بلکہ اس سے منع فرما دیتا۔

اس مطلب پر کئی آیات قرآنی مشتمل ہیں سب کا احاطہ دشوار ہے۔ اب اس معنی والی چند احادیث مبارکہ پڑھیں جو کہ قرآن ہی کا بیان و تفسیر ہیں۔

ا۔ حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے گذارش کی۔ "اِنَّ اُمِّیْ افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَاَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ فَهَلْ لَهَا اَجْرٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا" قَالَ: "نَعَمْ"

(صحیح بخاری جلد اول صفحہ نمبر 386 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ، وایضا رواہ الامام مسلم فی صحیحہ فی باب وصول ثواب الصدقات الی المیت)

ترجمہ: بے شک میری ماں اچانک فوت ہوگئی ہیں اور مجھے (غالب) گمان ہے کہ اگر وہ کچھ کلام کرتیں تو صدقہ (ضرور) کرتیں۔ تو کیا ان کے لیے اجر ہے اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کردوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ہاں"۔

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ کی والدہ صاحبہ ان کی مدینہ شریف سے عدم موجودگی میں فوت ہوگئیں تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اِنَّ اُمِّیْ تُوُفِّیَتْ وَاَنَا غَائِبٌ عَنْهَا اَيَنْفَعُهَا شَيْءٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ بِهٖ عَنْهَا قَالَ "نَعَمْ" قَالَ: "فَاِنِّیْ اُشْهِدُكَ اَنَّ حَائِطِيَ الْمِخْرَافَ صَدَقَةٌ عَلَيْهَا۔

(الصحیح للبخاری فی المجلد الاول منہ علی الصفحۃ المرقومۃ ۳۸۶ المطبوع بنور محمد اصح المطابع بکراتشی)

ترجمہ: بے شک میری ماں میری عدم موجودگی میں فوت ہوگئی ہیں اگر میں ان کی طرف سے کوئی چیز صدقہ کروں تو کیا ان کو نفع فائدہ ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں"



انہوں نے عرض کیا: "میں آپ ﷺ کو گواہ بناتا ہوں کہ میرا مخراف نامی باغ ان پر صدقہ ہے۔

۳۔ اور سنن ابی داؤد شریف میں حدیث پاک ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کے وصال کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ سے پوچھا تھا کہ حضور کون سا صدقہ افضل ہے۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا "پانی"۔ فَحَفَرَ بِئْرًا وَقَالَ هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ۔

"یعنی پس انہوں نے ایک کنواں کھودا اور فرمایا یہ کنواں حضرت ام سعد رضی اللہ عنہا کیلئے ہے۔ یعنی ان کے ثواب کیلئے۔ معلوم ہوا کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی والدہ صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے اپنا باغ بھی صدقہ کیا تھا اور ایک کنواں بنوا کو اس کا ایصال ثواب بھی انہیں کیا تھا۔

۴۔ سنن ابی داؤد میں "مسائل اضاحی" میں احادیث مبارکہ ہیں کہ حضرت رسول اکرم ﷺ اپنی امت کیلئے قربانی فرمایا کرتے تھے اور دعا فرماتے۔

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُّحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّمِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ: اے اللہ قبول فرما محمد (مصطفیٰ) اور آل محمد (مصطفیٰ) اور محمد (مصطفیٰ) ﷺ کی امت کی طرف سے۔

۵۔ عمرو بن شعیب اپنے باپ سے وہ اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت کرتے ہیں کہ عاص بن وائل نے وصیت کی تھی کہ اس کی طرف سے ایک سو غلام آزاد کیے جائیں۔ تو اس کے لڑکے ہشام نے پچاس غلام آزاد کردیئے اور اس کے بیٹے عمرو نے باقی پچاس آزاد کرنے کا ارادہ کیا تو کہا کہ پہلے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھ لوں۔ پس وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو عرض کیا یا رسول اللہ! "میرے

باپ نے وصیت کی تھی کہ اس کی طرف سے ایک سو غلام آزاد کیے جائیں۔ (میرے بھائی) ہشام نے اس کی طرف سے پچاس غلام آزاد کردیئے ہیں کیا پس میں بھی بقیہ پچاس آزاد کردوں؟"۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اِنَّہٗ لَوْ کَانَ مُسْلِمًا فَاَعْتَقْتُمْ عَنْہُ اَوْ تَصَدَّقْتُمْ عَنْہُ اَوْ حَجَجْتُمْ عَنْہُ بَلَغَہٗ ذٰلِکَ۔

(رواہ ابوداؤد وعنہ صاحب المشکوٰۃ فی باب الوصایا)

ترجمہ: "تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اگر وہ مسلمان ہوتا پھر تم اس کی طرف سے غلام آزاد کرتے یا اس کی طرف سے صدقہ کرتے یا تم اس کی طرف سے حج کرتے تو یہ اس کو پہنچ جاتا۔"

۶۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"مَنْ مَّرَّ بَیْنَ الْمَقَابِرِ فَقَرَءَ "قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ" اَحَدَ عَشَرَ مَرَّۃً ثُمَّ وَھَبَ اَجْرَھَا لِلْاَمْوَاتِ اُعْطِیَ مِنَ الْاَجْرِ بِعَدَدِ الْاَمْوَاتِ"

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری عن سنن ابی بکر النجار الجلد الثالث منھا علی الصفحہ ۱۷۸ المطبوعۃ بدار الفکر البیروت)

ترجمہ: جو قبرستان سے گزرے پس قل ھو اللہ احد یعنی سورۃ الاخلاص گیارہ دفعہ پڑھے، پھر اس کا ثواب فوت شدگان کو بخشے تو اس کو (خود بھی) تمام فوت شدگان کی تعداد کے مطابق ثواب ملے گا۔

۷۔ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مَنْ دَخَلَ الْمَقَابِرَ فَقَرَءَ "یٰسٓ" خَفَّفَ اللّٰہُ عَنْھُمْ یَوْمَئِذٍ۔ (عمدۃ القاری ایضا)

ترجمہ: جو قبرستان جائے پھر سورہ یٰسین تلاوت کرے تو ان سے اس دن تخفیف کردی جاتی ہے۔



۸۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ زَارَ قَبْرَ وَالِدَیْہِ اَوْ اَحَدِھِمَا فَقَرَءَ عِنْدَہٗ اَوْ عِنْدَھُمَا "یٰسٓ" غُفِرَ لَہٗ۔

(عمدۃ القاری ایضاً)

ترجمہ: "جس نے اپنے ماں باپ دونوں یا ایک کی قبر کی زیارت کی۔ پس ایک یا دونوں (فوت ہو چکے ہوں تو دونوں کی قبر) کے پاس سورہ یٰسین کی تلاوت کی تو اسے بخش دیا جاتا ہے۔

۹۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ قَالَ: "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَلَہُ الْکِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔ لِلّٰہِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَلَہُ الْعَظَمَۃُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔ ھُوَ الْمَلِکُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعٰلَمِیْنَ۔ وَلَہُ النُّوْرُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ"۔ مَرَّۃً وَّاحِدَۃً ثُمَّ قَالَ: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ ثَوَابَھَا لِوَالِدَیَّ- لَمْ یَبْقَ لِوَالِدَیْہِ حَقٌّ اِلَّا اَدَّاہُ اِلَیْھِمَا۔ (عمدۃ القاری ایضا عن مسند ابن شاہین)

ترجمہ: جو آدمی پڑھے، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ... سے لیکر اس ذکر مبارک کے آخری یعنی تیسرے وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ تک ایک دفعہ۔ پھر کہے "اے اللہ! اس کا ثواب میرے والدین کو عطا کردے"۔ اس نے اپنے والدین کا ہر حق ادا کردیا۔

۱۰۔ حضرت ابوھریرہ اور حضرت ابوقتادہ وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم سے جو حضور نبی کریم ﷺ کی جنازہ کے لیے دعا جامع ترمذی، سنن ابوداؤد وغیرہ کتب میں موجود ہے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا الحدیث۔

اس میں بھی زندوں ،فوت شدگان چھوٹوں، بڑوں، مردوں، عورتوں موجودین اور غیر موجودین سب کیلئے دعا مبارک ہے۔

۱۱۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ جب فوت شدہ کے دفن سے فارغ ہوتے ارشاد فرماتے: اِسْتَغْفِرُوْا لِاَخِيْكُمْ وَسَلُوْا اللهَ لَهُ التَّثَبُّتَ فَاِنَّهُ الْاٰنَ يُسْئَلُ۔

(سنن ابی داؤد وعنہ ریاض الصالحین فی باب الدعاء للمیت بعد دفنہ۔۔۔۔۔)

ترجمہ: اپنے بھائی کے لیے بخشش کی دعا کرو اور اس کی ثابت قدمی کا سوال کرو۔ پس بے شک اب اس سے سوال ہو رہے ہیں۔

۱۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اِذَا تَصَدَّقَ اَحَدُكُمْ صَدَقَةً تَطَوُّعًا فَلْيَجْعَلْهَا عَنْ اَبَوَيْهِ فَيَكُوْنُ لَهُمَا اَجْرُهَا وَلَا يَنْقُصُ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْئًا

(طبرانی اوسط اور ابن عساکر نیز مسند فردوس عن معاویۃ بن حیدۃ)

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی آدمی نفلی صدقہ کرے تو چاہیے کہ وہ اپنے والدین کے لیے کردے "یعنی انہیں ایصال ثواب کردے" پس ان دونوں کو اس کا اجر مل جائے گا اور یہ کام اس کے اپنے اجر میں سے کچھ بھی کم نہ کرے گا۔

۱۲۔ حضرت نبی اکرم ﷺ نے ایک صحابی کو اس کے والدین کے فوت ہوجانے کے بعد ان سے صلہ رحمی اور بھلائی کرنے کا طریقہ ارشاد فرمایا۔

اِنَّ مِنَ الْبِرِّ بَعْدَ الْمَوْتِ اَنْ تُصَلِّيَ لَهُمَا مَعَ صَلٰوتِكَ وَتَصُوْمَ لَهُمَا مَعَ صِيَامِكَ

(دار قطنی اور ان سے مجمع الزوائد میں جلد سوم صفحہ نمبر ۱۳۸/۱۳۹)

ترجمہ: فوتگی کے بعد بھلائی میں سے یہ ہے کہ تو اپنی نماز کے ساتھ ان دونوں کیلئے بھی نماز پڑھ اور اپنے روزہ کے ساتھ ان دونوں کے لیے بھی روزہ رکھ۔



مراد پاک یہ ہے (واللہ اعلم) کہ اپنی نماز اور روزے کے ساتھ ان کے لیے بھی علیحدہ نماز پڑھا کر اور روزہ رکھا کر اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جب بھی تو نماز روزہ کرے اسی نماز روزہ میں ان کی بھی نیت کرلیا کر کہ اس طرح بھی اس کا اپنا ثواب کم نہ ہوگا اور ان کو بھی برابر ثواب مل جائے گا۔ اور اس عمل کی تاکید مزید تفسیر بغوی میں زیر آیہ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنٍ سورہ غافر آیہ نمبر ۸ اور زیر آیہ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ سورہ طور آیہ نمبر ۲۱۔ کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ کے واسطہ سے حدیث مروی ہے کہ يَدْخُلُ الْمُؤْمِنُ الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ: اَيْنَ اَبِيْ اَيْنَ اُمِّيْ اَيْنَ وَلَدِيْ اَيْنَ زَوْجَتِيْ فَيُقَالُ: لَمْ يَعْمَلُوْا مِثْلَ عَمَلِكَ فَيَقُوْلُ: "اِنِّيْ كُنْتُ اَعْمَلُ لِيْ وَلَهُمْ۔" فَيُقَالُ: "اَدْخِلُوْهُمْ۔

ترجمہ: مومن جنت میں جائے گا تو کہے گا۔ "میرے ابا جی کہاں ہیں، میری امی جی کہاں ہیں۔ میری اولاد کہاں ہے، میری بیوی کہاں ہے۔ تو کہا جائے گا کہ "انہوں نے تیری طرح کے عمل نہیں کیئے ہوئے۔ تو وہ کہے گا: "میں اپنے لئے بھی اور ان کے لئے بھی عمل کرتا رہا ہوں۔" تو فرمایا جائے گا۔ (فرشتوں کو) کہ: "انہیں بھی جنت میں داخل کردو۔

تفسیر طبری اور درمنثور میں انہی مذکورہ آیتوں کی تفسیر میں بھی ایسے ہی لکھا ہے۔ نیز تفسیر درمنثور میں سورہ طور والی اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع حدیث پاک بھی لکھی ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ الْجَنَّةَ سَئَلَ عَنْ اَبَوَيْهِ وَذُرِّيَّتِهٖ وَوَلَدِهٖ۔ فَيُقَالُ: اِنَّهُمْ لَمْ يَبْلُغُوْا دَرَجَتَكَ وَعَمَلَكَ۔" فَيَقُوْلُ: "يَارَبِّ قَدْ عَمِلْتُ لِيْ وَلَهُمْ۔" فَيُؤْمَرُ بِاِلْحَاقِهِمْ بِهٖ"

حضرت ابن عباس سے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب آدمی جنت میں داخل ہوگا تو وہ اپنے والدین اور اولاد (اور دیگر متبعین) اور اپنے بچوں کے بارے پوچھے گا (کہ وہ کہاں ہیں یہاں جنت میں مجھے نظر نہیں آ رہے) تو اسے فرمایا جائے گا کہ: بے شک وہ تیرے درجہ وعمل کو نہیں پہنچے۔'' تو وہ عرض کرے گا: ''اے میرے رب میں نے عمل اپنے لیے اور ان کے لیے بھی کئے تھے۔'' پس حکم فرمایا جائے گا کہ ''انہیں بھی اس کے ساتھ ملا دو۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ بِعِزَّتِكَ وَجَلَالِكَ وَبِرَحْمَتِكَ الَّتِيْ أَرْسَلْتَهَا وَأَظْهَرْتَهَا فِيْ صُوْرَةِ مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ لَقَدْ قُلْتَ فِيْ شَانِهِ الْأَعْلٰى وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔

۱۳۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِي الْجَنَّةِ۔ فَيَقُوْلُ: "يَا رَبِّ أَنّٰى لِيْ هٰذِهٖ۔ فَيَقُوْلُ: بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ۔ (المشکوۃ عن احمد رحمہ اللہ فی باب الاستغفار)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ عزوجل عبد صالح یعنی نیک بندے کا جنت میں درجہ بلند فرماتا ہے تو وہ عرض کرتا ہے۔ ''اے میرے رب یہ مجھے کہاں سے یا کیسے حاصل ہوا۔'' تو رب پاک ارشاد فرماتا ہے: ''تیری اولاد کے تیرے لیے استغفار کرنے کی وجہ سے۔''

لفظ وَلَدٌ اسم جنس ہے، قلیل وکثیر اور مذکر ومونث سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے اس لیے اسکا ترجمہ ''اولاد'' کیا ہے۔ اور پیچھے بھی موقع کی مناسبت سے ترجمہ کیا گیا ہے۔

۱۴۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما کہتے ہیں۔



قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا الْمَيِّتُ فِي الْقَبْرِ إِلَّا كَالْغَرِيْقِ الْمُتَغَوِّثِ يَنْتَظِرُ دَعْوَةً تَلْحَقُهٗ مِنْ أَبٍ أَوْ أُمٍّ أَوْ أَخٍ أَوْ صَدِيْقٍ۔ فَإِذَا لَحِقَتْهُ كَانَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا۔ وَإِنَّ اللّٰهَ لَيُدْخِلُ عَلٰى أَهْلِ الْقُبُوْرِ مِنْ دُعَاءِ أَهْلِ الْأَرْضِ أَمْثَالَ الْجِبَالِ وَإِنَّ هَدِيَّةَ الْأَحْيَاءِ إِلَى الْأَمْوَاتِ الْإِسْتِغْفَارُ لَهُمْ۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فوت شدہ قبر میں ایسے ہی ہوتا ہے جیسے کوئی ڈوب رہا ہو فریاد کر رہا ہو۔ (بچائے جانے کیلئے) وہ باپ، ماں، بھائی (بہن) دوست کی طرف سے پہنچنے والی دعاؤں کا انتظار کر رہا ہوتا ہے۔ پھر جب اسے کوئی دعا پہنچتی ہے تو وہ دنیا ومافیھا سے اسے زیادہ پسندیدہ ہوتی ہے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ قبروں والوں کو اہل زمین کی دعاؤں کا ثواب پہاڑوں کے مانند عطا فرماتا ہے اور بے شک زندوں کا فوت شدگان کے لیے تحفہ ان کے لیے بخشش طلب کرنا ہے۔

یہ اور اس معنی پر مشتمل بہت سے اور شرعی دلائل ایصال ثواب کے جواز اور استحباب اور اس کام کی خوبی وفضیلت کا بین ثبوت ہیں جس کا انکار نہ کرے گا مگر ـــــــ

کسی ایماندار اور عقلمند کیلئے شریعت کے کسی عمل پر ایک ہی نص اور دلیل کافی ہوتی ہے۔ پھر جب کسی مسئلہ پر متعدد اور پر تاکید دلائل ہوں تو یہ چیز اس عمل کی اہمیت اور ضرورت وحاجت کی کثرت پر دلیل ہوتی ہے۔ اور ہمارا مقصد ان متعدد دلائل کے پیش کرنے سے یہ تھا کی قارئین کرام خوب جان لیں کہ ایسے پر فضائل اعمال اور پر کیف حسنات وصالحات سے طرح طرح کے حیلوں بہانوں سے روکنے والے لوگ کس کیٹیگری کے لوگ ہیں؟ یہ ابلیس کے نمائندے نہیں تو اور کیا ہیں؟ انہیں کیا کہنا چاہیے اور کیا نام دینا چاہیے؟ ایصال ثواب کا اہتمام کرنا خواہ اسے لوگوں نے اپنے

عرف ومحاورہ میں عرس کا نام دے رکھا ہو یا تیجہ دسواں، چالیسواں اور سالانہ یا گیارہویں شریف کے ختم وغیرہ کا نام، (جیسے انہوں نے اپنے عرف ومحاورہ میں دین کے ارکان مہمہ کا نام صلوٰۃ کی جگہ نماز اور صوم کی جگہ روزہ رکھا ہوا ہے حالانکہ قرآن وسنت میں کہیں بھی صلوٰۃ کو نماز یا صوم کو روزہ نہیں کہا گیا اور نہ نماز ادا کرنے کو قرآن وسنت میں کہیں بھی ''نماز پڑھنا'' کہا گیا ہے) یہ عین شریعت کو مطلوب ومنظور کام ہے۔ یہ بدعت ہرگز نہیں۔ یہ جو نصوص مثلاً ایصال ثواب کے جواز واستحباب پر ذکر کی گئی ہیں کیا ان پر عمل کرنا بدعت ہے؟ یہ تو پھر ان کی طرف سے یہی بات ہوئی کہ نصوص تو بالکل درست اور برحق ہیں اور ہیں بھی استحباب وفضائل والے لیکن ان پر ہم عمل نہیں کرنے دیں گے۔ جہاں تک بس چلا ان کاموں سے روکیں اگرچہ ہمیں ان نیکی کے کاموں کو شرک کہنا پڑا یا بدعت، کیونکہ ہمارا مشن اور مطمع نظر ہی یہی ہے اسی پر ہماری سرشت وفطرت کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اب قارئین ہی بتائیں کہ یہ ابلیسیت نہیں تو اس کو اور کیا کہیں گے۔ اگر انہیں ان کے جدی پشتی نام سے ذکر کریں گے تو لوگ کہیں گے کہ یہ فرقہ واریت کی باتیں ہیں'' لیکن سادہ لوح لوگوں نے یہ کبھی نہیں سوچا کہ فرقے بنانے والے یہ منکرین لوگ ہیں۔ ماننے والوں نے فرقہ کیا بنانا ہوتا ہے۔ پھر ایک تکنیکی پیچ ان کاریگروں کا دیکھیں کہ ان کی خباثتیں اور پلیدیاں بیان کر کے عوام الناس کو ان کے شر وفتنے سے بچانے کی کوشش کی جائے تو یہ فرقے ساز کہتے ہیں ''یہ فرقہ واریت کی باتیں ہیں'' اور یہ ان کا ایسا کامیاب قسم کا پراپیگنڈہ ہے کہ سادہ عوام کے دلوں میں یہ گھر کر چکا ہے۔ اب ان منکرین حق کے خلاف لوگ باتیں سننا بھی پسند نہیں کرتے۔ اور ان کے دام تزویر میں عدم واقفیت اور حقیقت ناشناسی کیوجہ سے پھنستے چلے جا رہے ہیں اور اپنے دین ایمان سے ہاتھ دھوتے چلے جا رہے ہیں اور انہیں محسوس بھی نہیں ہو رہا کہ کدھر جا رہے ہیں۔ پھر اس پر ان کا استدراج مزید



یہ کہ ان باطل قوتوں کی ترقی وترویج کو سپورٹ کرنے والے کچھ خنثی صنف لوگ یعنی ہیجڑے سنیت کے نام کا میک اپ کر کے اور صلح کلی اور مصلحت پسندی کے شوخ لباس پہنے امن پسندی کے دوپٹے گلے میں ڈالے اور پھر بعض جدت پسندی کی اونچی اونچی چوٹیاں باندھے اس ابلیسی جھوٹے سونے پر بناوٹی سہاگے کا کام کر رہے ہیں اور اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑے مار مار کر ان باطل پرستوں کو تقویت پہنچا رہے ہیں۔ خیر اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کی اپنے دین اور ماننے والوں کو تائید کافی ہے یہ باطل کی آندھیاں جوش کھا کھا کر خود ہی مٹتی جائیں گی اور دین زندہ وپائندہ رہے گا جب تک حق تعالیٰ کو منظور ہے۔ ہاں قیامت کے بالکل قریب جا کر حق اوجھل ہو جائے گا اور پھر قیامت باطل پرستوں پر ہی ٹوٹے گی۔

دیکھیں نا! اسلام میں ابتداء ایک ہی جماعت تھی یعنی صحابہ کرام کی پھر ان کی موجودگی میں ہی غیر صحابہ لوگوں میں سے قدریوں، معتزلہ اور خارجیوں کے فرقے نکل پڑے جو عقائد ونظریات میں صحابہ سے الگ ہو گئے تو صحابہ وراہ راست پر چلتے تابعین نے اپنا نام اہلِ سنت وجماعت رکھ لیا جیسا کہ امام محمد بن سیرین تابعی علیہ الرحمہ کا فرمان ہے۔

"لَمْ يَكُونُوا يَسْأَلُونَ عَنِ الْإِسْنَادِ فَلَمَّا وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ قَالُوا سَمُّوا لَنَا رِجَالَكُمْ۔ فَيُنْظَرُ إِلَى أَهْلِ السُّنَّةِ فَيُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ وَيُنْظَرُ إِلَى أَهْلِ الْبِدَعِ فَلَا يُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ" (صحیح مسلم شریف مقدمہ، باب فی ان الاسناد من الدین)

ترجمہ: حدیث کے راویان ومشائخ سند کے بارے نہیں پوچھا کرتے تھے۔ پھر جب فتنہ پھیل گیا تو وہ کہا کرتے (کسی راوی کو کہ) اپنے رجالِ (راویان) کے نام بتاؤ۔ پس اہلِ سنت کو دیکھا جاتا پس ان کی روایت کردہ حدیث لے لی جاتی اور نئے نکلنے والے بدعتی فرقوں کو دیکھا جاتا پس ان کی روایت کردہ حدیث نہیں لی جاتی تھی۔

یہ تابعین صحابہ کے زمانے میں ہی ہوئے ہیں کیونکہ تابعی وہ ہے جس نے کسی صحابی کی زیارت کی ہو اور ہو بھی مسلمان اور اسلام پر ہی دنیا سے رخصت ہوا ہو۔
اس سے معلوم ہوا کہ باطل پرستوں کے مقابل صحابہ و تابعین کا نام ہی اہل سنت پڑ گیا تھا اور وہ جماعت اہلِ سنت چلتی آ رہی ہے اور اس کے مقابل کبھی قدریوں معتزلیوں کی صورت میں کبھی خارجیوں دہشت گردوں کی صورت میں کبھی شیعہ رافضیوں کی صورت اور کبھی جبریوں اور کبھی وہابیوں کبھی بابیوں کبھی اسماعیلیوں کبھی کرامیوں کی کبھی قرامطیوں کبھی چکڑالویوں کی صورتوں میں فرقے بن بن کر ظاہر ہوتے رہے ہیں اور نکلتے رہے ہیں۔ لیکن اہلِ سنت والی جماعت قائم رہی ہے اور رہے گی اور یہ نام بھی اس جماعت کا حضور نبی کریم ﷺ نے خود رکھا ہوا ہے اس حدیث پاک میں جس میں آپ ﷺ نے اس امت میں سے تہتر فرقے ہونے کی پیشن گوئی فرماتے ہوئے فرمایا تھا کہ یہ سب دوزخی ہوں گے سوائے ایک ناجی گروہ کے اور صحابہ کرام کے استفسار پر کہ وہ نجات پانے والی جماعت کونسی ہوگی تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا وہ اہل سنت ہوں گے اور ایک روایت میں ہے وہ اہلِ جماعت ہوں گے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ جو میرے اور صحابہ کرام کی راہ پر ہوں گے۔

(کمافی المشکوٰۃ فی باب الاعتصام واحیاء العلوم)

تو جیسے کئی گمراہ فرقے آج دنیا میں نام و نشان نہیں رکھتے ایسے ہی یہ موجودہ بے راہ رو بھی مٹ جائیں گے اور اہلِ سنت و جماعت ہی باقی رہیں گے۔ حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ۔

خیر یہ ایک الگ مستقل اور لمبی بحث ہے اس کے لیے کئی دفتر درکار ہیں۔
یہاں صرف اشارہ مقصود تھا کہ یہ اعمال صالحات سے روکنے والے ذرا آئینے میں اپنا منہ ضرور دیکھ لیں کہ یہ کون لوگ ہیں اور جن اہلِ حق کا یہ مقابلہ کر رہے ہیں وہ اہلِ حق



کون ہیں۔ یہ باطل پرست بے شک کئی کئی روپ دھارتے رہیں حق تعالیٰ ان کو ذلیل و رسوا کرتا رہے گا۔ کبھی خلفاء راشدین اور عبداللہ بن مسعود و ابوہریرہ وغیرہ محققین صحابہ و مجتہدین علماء کے جانشین علماء کرام کے ہاتھوں اور کبھی حیدر کرار و خالد بن ولید اور سعد بن ابی وقاص کے جانشین شاہین صفت سپاہ اسلام اور سپاہ پاکستان کے ہاتھوں کبھی کسی ترکی عثمانی کی صورت میں کبھی کسی جرنیل کیانی کی صورت میں فکرمندی کی ضرورت نہیں۔ اسلام کے ساتھ ٹکرانے والے ہی مرکھپ جاتے ہیں یہ خدائی پہاڑ کسی طاقت سے جنبش نہیں کھا سکتا ہاں یہ علیحدہ بات ہے کہ ہر کام کا دربارِ خدا تعالیٰ میں ایک وقت مقرر ہے۔ فَانْتَظِرُوْا اِنَّا مَعَکُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ۔

## مہمان نوازی اور زائرین وغیرہ کی ضیافت:

عرس شرعی جو کہ اہلِ سنت میں جاری اور رائج ہے اور ان مذکورہ گذشتہ باعثِ ثواب و حامل فضیلت و قربت خدائے ذوالجلال اعمال پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس میں آئے ہوئے مہمان زائرین کی حسب توفیق ضیافت کی جاتی ہے۔ اور ان کے طعام و قیام کا انتظام کیا جاتا ہے۔ اور یہ ضیافت خود ایک بہت عمدہ کار ثواب و ذریعہ برکات ہے اس پر شرع کی نصوص مطہرہ ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں۔

ا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَہٗ۔

(متفق علیہ۔ مشکوٰۃ المصابیح باب الضیافۃ)

ترجمہ: ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ اور آخرت والے دن پر ایمان رکھتا ہے پس اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔“

۲۔ حضرت ابوسعید روایت کرتے ہیں کہ ”قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَاَطْعِمُوا الْاَتْقِیَاءَ وَاَوْلُوْا مَعْرُوْفَکُمْ الْمُؤْمِنِیْنَ۔“ (صاحب المشکوٰۃ عن البیہقی ایضا)

ترجمہ: ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پرہیز گاروں کو کھانے کھلایا کرو اور مومنین کو ہی اپنے تحائف وعطیات دیا کرو۔“

۳۔ حضرت عبداللہ بن عمرو روایت کرتے ہیں: ”اِنَّ رَجُلًا سَئَلَ النَّبِیَّ ﷺ ”اَیُّ الْاِسْلَامِ خَیْرٌ“ قَالَ ﷺ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَءُ السَّلَامَ عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ“۔ (الصحیح للبخاری، کتاب الایمان)

ترجمہ: ”کہ ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا کہ کونسا سلام اچھا ہے یعنی اسلام کی بہترین خصلت کونسی ہے فرمایا: ”یہ کہ تو کھانا کھلایا کرے اور السلام علیکم کہا کرے واقف کو بھی اور ناواقف کو بھی۔

۴۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ”قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ”اِنَّ الصَّدَقَۃَ وَصِلَۃَ الرَّحِمِ یَزِیْدُ اللّٰہُ بِھِمَا الْعُمُرَ وَیَدْفَعُ بِھِمَا مِیْتَۃَ السُّوْءِ وَیَدْفَعُ بِھِمَا الْمَکْرُوْہَ وَالْمَحْذُوْرَ“۔ (مسند ابی یعلی)

ترجمہ: ”رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”یقیناً“ صدقہ اور صلہ رحمی (ایسی نیکیاں ہیں کہ) اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے عمر میں اضافہ فرماتا ہے۔ اور ان کی وجہ سے بری موت مرنے کو دور فرماتا ہے اور ان کی وجہ سے ناپسند و ناگوار حالات دور فرماتا ہے۔“

اور یہ بات تو ظاہر اور شریعت میں معہود ہی ہے کہ کھانا اگر رشتہ دار کو کھلایا جائے تو وہ صلہ رحمی ہوتا ہے اور اگر فقراً مساکین کھائیں تو صدقہ ہوتا ہے اور اگر دوست احباب اور مہمان کھائیں تو کم از کم ضیافت تو ضرور ہے اگرچہ یہ آخری صورت بھی صدقہ اور صلہ رحمی ہوسکتی ہے جبکہ وہ احباب و مہمان ایسی اہلیت وصلاحیت کے ہوں۔

۵۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ”قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ”اِنَّ الضَّیْفَ یَاْتِیْ بِرِزْقِہٖ وَیَرْتَحِلُ بِذُنُوْبِ الْقَوْمِ یُمَحِّصُ عَنْھُمُ الذُّنُوْبَ۔“ (ابوشیخ)



ترجمہ: ”رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا یقیناً مہمان اپنا رزق ساتھ لاتا ہے اور (مہمان نواز) کے گناہ لے جاتا ہے انہیں گناہوں سے پاک صاف کر جاتا ہے۔“

اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے۔ ”لَاَنْ اُجْمِعَ نَفَرًا مِنْ اَخْوَانِیْ عَلٰی صَاعٍ اَوْ صَاعَیْنِ مِنْ طَعَامٍ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَدْخُلَ السُّوْقَ فَاَشْتَرِیَ رَقَبَۃً فَاُعْتِقَھَا۔“ (ایضا)

ترجمہ: ”میں اپنے سنگیوں ساتھیوں اور احباب کو ایک دو صاع طعام پر (بصورت ضیافت) اکٹھا کروں یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ منڈی سے غلام باندی خرید کر آزاد کروں۔ یہ آخری تینوں روایات امام اہل سنت جناب اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ حضرت امام احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ العزیز نے اپنے فتاویٰ شریف کی جلد دہم صفحہ نمبر 202 (مطبوعہ ادارہ تصنیفات احمد رضا علیہ الرحمۃ کراچی) پر ذکر کی ہیں۔

٦۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ: ”قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَطْعَمَ اَخَاہُ حَتّٰی یُشْبِعَہٗ وَسَقَاہُ مِنَ الْمَآءِ حَتّٰی یُرْوِیَہٗ بَاعَدَہُ اللّٰہُ مِنَ النَّارِ خَنَادِقَ مَابَیْنَ کُلِّ خَنْدَقَیْنِ مَسِیْرَۃُ خَمْسِ مِائَۃِ عَامٍ۔

(رواہ الطبرانی والحاکم وصححہ والبیہقی)

ترجمہ: ”حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو اپنے (مسلمان) بھائی کو خوب سیر کر کے کھانا کھلائے اور خوب سیراب کرے پانی پلا کر تو اللہ تعالیٰ اسے آگ سے کئی خندقیں دور فرما دیتا ہے۔ ہر دو خندقوں کے درمیان پانچ سو سال کی راہ کا فاصلہ ہے۔

ے۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اَلْمَلَآئِکَۃُ تُصَلِّیْ عَلٰی اَحَدِکُمْ مَادَامَتْ مَائِدَتُہٗ مَوْضُوْعَۃً“ (رواہ الاصبہانی)

ترجمہ: جب تک تم میں سے کسی کا دسترخوان (کھانے والوں کیلئے) بچھا رہے فرشتے

اس پر رحمتیں بھیجتے رہتے ہیں یعنی رحمت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں۔

یہ دونوں احادیث مبارکہ بھی امام اہلِ سنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے رسالہ مبارکہ "ردالقحط والوباء۔۔۔" میں روایت کی ہیں۔ مَنْ شَاءَ فَلْيُرَاجِعْ۔

انہی فرمودات مطہرہ پر اکتفاء مناسب ہے تاکہ طوالت نہ ہو۔اور جو مزید چاہتا ہوتو اسے کہا جائے گا۔ "هَلْ اَتَاكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرَاهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ"

یہ قرآنی فرمان کیا کافی نہیں ضیافت کے فضائل پر اور خبیث منکرینِ حق کی عبرتناک ہلاکت وبربادی کے بطورِ مقدمہ وتمہید ہونے پر یعنی لوطی دہشت گردوں کی ہلاکت وبربادی پر۔

تبصرہ:

یہ تھی ان امور ووظائف کی تفصیل جن کا مجموعہ اصطلاح عرف عام میں "عرسِ بزرگان" کہلاتا ہے۔اور یہ بھی آپ نے جان لیا کہ یہ چیزیں شریعت مطہرہ میں بڑی اہمیت اور فیوض وبرکات اور فضائل کی حامل ہیں۔ان میں سے بعض تو عموماً فرض ہیں کبھی فرض عین تو کبھی فرض کفایہ جیسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور تبلیغ دین اسلام اور علم شرعی سیکھنا اور سکھلانا جیسا کہ کشف الاسرار شرح اصول بزدوی میں لکھا ہے اور ایسے ہی توبہ واستغفار بھی واجب ہے۔اور دعائیں رب تعالیٰ سے کرنا بھی کیونکہ امر کے صیغہ جات کے ساتھ ان کا حکم آیا ہے اور ترک پر وعیدیں بھی موجود ہیں۔ اور کچھ کام سنت ومستحب ہیں۔ان کا انکار یا انہیں بدعت کا نام دینا دین وشریعت کی صریح تکذیب اور کھلا ہوا افتراء ہے نیز دین سے بغاوت وسرکشی اور مسلمانوں کو ان سے روک کر انہیں اغواء کرنا اور ایسے گھناؤنے جرائم پر جو قرآن حکیم میں وعیدیں آئی ہیں وہ ہر قاری قرآن اور اس کی سوجھ بوجھ رکھنے والے کو معلوم ہی ہیں۔ یہاں ذکر



کرنے کی ضرورت نہیں نہ اس کی گنجائش ورنہ مقصودی بات دور نکل جائے گی۔

جب یہ سارے کام اپنی اپنی ذات میں مشروع ومقبول ہیں تو ان کا مجموعہ کیونکہ ناجائز ہوگا؟ اس پر ابتداء میں بھی بحث ہو چکی ہے اگر ابھی تک بھی کسی کو سمجھ نہ آ رہی ہو تو اس کی ایک مثال سمجھ لیں۔مثلاً اعتکاف کرنا ایک پسندیدہ کام ہے اور مشروع ہے اور نماز پڑھنا بھی ایسا ہی اور درس وتدریس کرنا بھی ایسے ہی۔اگر کوئی آدمی ان کو جمع کرے کہ اعتکاف کرے اس میں نمازیں بھی پڑھے اور حاضرین کو درس وتدریس بھی کرے تو کیا یہ مجموعہ اعمال ممنوع اور ناجائز ہوجائے گا؟ اگر اب بھی ان کی سمجھ میں عرس کا جواز واستحباب نہ آئے تو یہ وہی لوگ ہیں جن کا بالکل ابتدائی صفحات میں ذکر گذر چکا ہے۔ان سے بحث ومباحثہ کرنا بالکل فضول۔ان کی یاوا گوئی نہ سنیں نہ ان کی طرف توجہ دیں بلکہ اپنے نیکی کے کام کرتے جائیں۔اور شرع کا حکم ہے کہ شیطان ونفس امارہ نیک اور اچھے کاموں سے روکے تو اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں اور اپنا کام خوش اسلوبی سے کرتے رہیں۔شیطان سے الجھ کر خواہ مخواہ اپنا نقصان، اپنے وقت کا زیاں، عمل کا ضیاع اور خواہ مخواہ اپنا سفر خیر کھوٹا کرنا یہ کوئی دانائی اور دانشمندی نہیں۔دشمنان دین تو چاہتے کہ تم بھی ان کی طرح کے ہوجاؤ اور فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً۔

اگر غیر مسلم لوگ ہمارے دینی کاموں کا انکار یا ان پر اعتراضات یا نکتہ چینیاں کرنے لگیں تو کیا دین اسلام چھوڑ دیا جائے گا؟

بزرگ لوگوں کا کہنا ہے کہ ایمان ایک درخت یعنی شَجَرَةٌ طَيِّبَةٌ اَصْلُهَا فِي الْاَرْضِ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ۔

پاکیزہ درخت جس کی جڑ زمین کے اندر ہے اور شاخ یعنی جنس شاخ بلندیوں میں۔اور شیطان اس کو اکھیڑنے اور کاٹنے میں مصروف ومشغول ہے۔اس کی اپنی طرف سے حتمی کوشش یہی ہوتی ہے کہ اس کو جڑ ہی سے کھینچ باہر مارے اور جڑ سے مراد ہے عقائد

اسلام جو کہ ایمان کی اصل ہیں۔ اگر ادھر جڑ کی طرف کامیاب نہ ہو تو یہ بدتمیز چوہا شاخوں یعنی اعمال پر پڑتا ہے اور انہیں کاٹنے کے درپے ہوتا ہے ادھر بھی کامیاب نہ ہو تو یہ نہیں کہ وہ کھتا چھوڑ دیتا ہے کیونکہ اس کا اور تو کام ہی کوئی نہیں ہوتا بس پھر جوش کھا کھا کر حیلے، بہانے، فریب، مکر اور وساوس کے ذریعے کبھی جڑ کو کبھی شاخوں کو کبھی شاخوں کو کبھی جڑ پر پڑتا رہتا ہے۔

دیکھو! ان لوگوں نے ایسے ہی نہیں کیا؟ سب سے پہلے یہ ایمان اور عقائد کے درپے ہوئے اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے متعلق کئی غیر اسلامی عقائد ونظریات ان لوگوں نے متعارف کرائے مثلاً نقل کفر کفر نباشد) کذب باری تعالیٰ کا مسئلہ اور صرف متعارف ہی نہیں بلکہ اس پر بڑی بڑی شیطانی تحقیقات بھی کیں اور کتابیں لکھیں رسالے شائع کئے اشتہار نکالے جلسے کئے اور محافل منعقد کیں۔ اور بار بار سمجھانے اور آخرت سے ڈرانے کے باز نہ آئے۔

اور مثلاً یہ کہ نبی اور عام انسان میں کوئی خاص فرق نہیں اور یہ کہ آپ ﷺ کے زمانے یا بعد میں بھی نبی آسکتے ہیں اور اس سے آپ ﷺ کی شان میں کوئی فرق نہ آئیگا۔

یہ بھی ایک لمبی بحث ہے ان اوراق میں اس کو چھیڑنا مناسب نہیں۔ پھر اس میں یہ کامیاب نہ ہوئے سوائے ان بدبختوں کے جو ان کے ہتھے چڑھ کر خَسِرَ الدُّنیَا وَالْاٰخِرَۃِ کے مصداق بنے یا بنتے جا رہے ہیں۔

وَقَلِیْلٌ مَّا ھُمْ بنسبت اہل سنت و جماعت کے۔ اور اس سارے اپنے سلسلہ کا نام انہوں نے توحید رکھ لیا۔ پھر یہ شاخہائے ایمان یعنی اعمال کو پڑے اور مسلمانوں کو اعمال صالحہ سے روکنے لگے کسی کام کو بدعت کہہ کر اور کسی کو شرک کہہ کر۔ لیکن ادھر بھی پورے کامیاب نہ ہوئے لیکن آرام ان کو کہاں نصیب؟ کیونکہ اور کام ہی انکا کوئی



نہیں۔ اب بھی کبھی جڑوں پر حملہ آور تو کبھی شاخوں پر۔ اور ان سے بچنے کا طریقہ وہی ہے جو اوپر ذکر کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کی پناہ لو اور اپنے اچھے کاموں میں مگن رہو نہ ان کی سنو اور نہ ان سے الجھو۔ راقم الحروف نے صرف اپنے مومن مسلمان بھائیوں کی تسکین خاطر کیلئے اور یہ بتانے کیلئے کہ یہ ظالم لوگ ان باتوں میں جھوٹے ہیں اور مکر وفریب کرنے والے ہیں۔

یہ ظاہر کرنے کیلئے یہ سارا قصد وسعی کی ہے۔ ورنہ ان ضَالِّیْن و مُضِلِّیْن کی اصلاح کی امید رکھنا کار فضول ہے نہ ہی یہ راہ راست پر آسکتے ہیں کیونکہ ان کے کبیر ذوالخویصرہ نے جب جناب نبی کریم ﷺ پر اعتراضات کیے تھے اور صحابہ کرام اس کو قتل کر دینے لگے تھے اور نبی کریم ﷺ نے منع فرما دیا تھا کیونکہ تقدیر الٰہی ایسے ہی تھی۔ ورنہ اللہ تعالیٰ ابلیس کو ہی اسی دن مار دیتا جب اس نے حضرت آدم علیہ السلام کی گستاخی اور بے ادبی کی تھی۔ اس موقع پر حضور نبی کریم ﷺ نے ذوالخویصرہ تمیمی کی جو معنوی یا حقیقی نسل آنے والی تھی ان کی پیشن گوئی فرما دی تھی اور ان کے احوال و کرتوت بھی بتا دیئے تھے اور یہ بھی فرمایا تھا کہ دین سے نکل جائیں گے دوبارہ دین کی طرف نہ آئیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ باقی گمراہ فرقوں اور دین سے منحرف ہو جانے والوں میں سے وقتاً فوقتاً دوبارہ اہل سنت و جماعت میں آجاتے رہے ہیں اور آجاتے رہتے ہیں لیکن اس فرقے میں سے کوئی ایسی مثال نہیں جو ان کے عقائد ونظریات میں راسخ ہونے کے بعد پھر ادھر راہ حق کی طرف آگیا ہو۔ اگر کوئی ایسی مثال ہے تو بتاؤ! وہ احادیث مبارکہ جو کتب حدیث میں ذوالخویصرہ تمیمی اور نجدیوں کے بارے اور ان کی ضضع یعنی نسل کے بارے موجود ہیں وہ کبھی کبھی ضرور پڑھتے رہنا چاہیے۔ یہاں ان کے ذکر کا موقع نہیں ورنہ کچھ ضرور ذکر کر دی جاتیں۔

مستفتی صاحب نے بتایا ہے کہ یہ منع کرنے والے یہ بھی پوچھتے ہیں کہ

ہیئت کذائی میں یہ عرس کا طریقہ کب سے شروع ہے اور کس نے شروع کیا تھا جو آج تک چلتا آرہا ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں وقوع پذیر امور ووظائف تو آپ کو معلوم ہو گیا ہے کہ اس وقت سے ہیں جب سے شریعت مطہرہ ہے اور ہیئۃ کذائی بھی ظاہر ہے کہ مسلمانوں میں سے ہی شروع ہوئی ہے نہ کہ غیر مسلموں سے اور یہ بات بالکل برحق ہے کہ جب سے بھی شروع ہوئی ہے اور جس نے بھی شروع کی ہے، ہے بہت اچھا اور نیکی کا کام بلکہ کئی نیکیوں وفضیلتوں کا حامل جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش تک نہیں۔اور جس نے شروع کی ہے وہ اجر بے حساب کا مستحق ہے کیونکہ ایسے اچھے کام شروع کرنے کی شارع علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے غلاموں کو صرف اجازت ہی نہیں بلکہ اجر عظیم کی بشارت بھی فرما رکھی ہے۔آپ ﷺ کا ارشاد پاک ہے۔

"مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ لَهُ أَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يُنْقَصُ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ (الصحیح لمسلم رحمہ اللہ تعالی باب من سن سنۃ حسنۃ)

ترجمہ: "جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ نیکیوں کا رائج کیا پس اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا تو اس کے لئے ان سب کا اجر لکھا جائے گا اور ان عمل کرنے والوں کے اجر میں سے بھی کچھ کم نہ کیا جائے گا۔

اور مجمع الزوائد شریف کی حدیث نمبر 772 اسی مسئلہ کے متعلق مندرجہ ذیل ان الفاظ مبارکہ میں ہے۔: "مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا مَا عُمِلَ بِهِ فِي حَيَاتِهِ وَبَعْدَ مَمَاتِهِ حَتّٰى تُتْرَكَ."

ترجمہ: "جس نے کوئی اچھا طریقہ جاری کیا تو اس کے لئے اس کا اجر وثواب ہے جب تک اس پر عمل کیا جائے اس کی زندگی میں بھی اور اس کے فوت ہونے کے بعد بھی ترک کئے جانے تک۔"



اور اس سے اگلی حدیث یعنی نمبر 773 ان الفاظ میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى فَاتُّبِعَ عَلَيْهِ كَانَ لَهُ مِثْلُ أُجُوْرِهِمْ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُنْقَصَ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ۔

ترجمہ: جس نے ہدایت یعنی کسی بھی نیکی کی دعوت دی پس اس پر اس کی پیروی کی گئی تو اس کے لئے ان سب پیروی کرنے والوں کے اجروں کے برابر ثواب ہو گا بغیر اس کے کہ ان عمل کنندگان کے اجروں میں سے کچھ کم کیا جائے۔ان احادیث مبارکہ سے تو معلوم ہو رہا ہے ہر مسلمان کو اچھے اچھے کام شروع کرنے اور جاری کرنے کا اختیار ہے اور ہے بھی بہت باعث اجر۔اُس کے شروع کرنے سے پہلے اگرچہ اس کام کا نام ونشان بھی اسلام میں ظاہر اور شائع نہ ہو۔ کیونکہ اس لفظ سنۃ حسنۃ سے مراد حضور اکرم ﷺ کی سنت نہیں۔ کیونکہ وہ سنتیں تو آپ ﷺ خود قائم فرما کر جاری فرما چکے ہیں ان کو اب کسی اور نے کیا نکالنا اور کیا جاری کرنا ہے۔

ہاں آپ ان سے پوچھیں کہ جس بھی صاحب نے شروع کیا اور جب بھی شروع کیا اس سے تم لوگوں کا کیا مطلب ہے؟ اسے کیا کہنا ہے کوئی برا ارادہ تو نہیں گستاخی بے ادبی کا؟ اگر کوئی ایسا منشاء ہے تو پھر ہم ہرگز نہیں بتائیں گے کہ کس نے شروع کیا ہے۔ہاں کچھ حضرات کا بتا دیتے ہیں جو کہ تمہارے بڑے بڑوں کے پیر ومرشد ہوئے ہیں وہ ضرور یہ کام کرتے رہے ہیں اور لوگوں کو اس کی ترغیب بھی دیتے رہے ہیں اور ان کاموں یعنی عرس وغیرہ کے فضائل اور ان سے حاصل ہونے والے فیوض وبرکات بھی لوگوں کو بتاتے رہے ہیں۔مثلاً شاہ ولی صاحب دہلوی اور حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی وغیرہ لہٰذا اگر کوئی برا ارادہ ہے تو پہلے ادھر ان کی طرف ہونا دوسروں کو بچانا ان کی کتابیں پڑھو سب واضح ہو جائے گا کہ حق پر کون ہے۔لہٰذا یہ عرس اور اس طرح کے دیگر اعمال صالحہ مثلاً گیارہویں شریف اور ایصال ثواب کیلئے

منعقد کئے جانے والے دیگر کام بدعت نہیں ہیں بلکہ نبی کریم کے ﷺ فرمان مقدس کے مطابق سنت حسنہ ہیں۔ جب تک ان پر عمل ہوتا رہے گا ان کے جاری کرنے والے پاکیزہ صفت حضرات کو بے حساب اجر ملتا رہے گا اور عمل کرنے والوں کو خود بھی اجر حاصل ہوتا رہے گا اور ان کے عمل کا ثواب اُن حضرات کو بھی پہنچتا رہے گا۔ وَلَوْ كَرِهَ الْمُنْكِرُوْنَ الْمُنَافِقُوْنَ -

نیکی کی راہ مارنے والے خواہ مخواہ شریعت مطہرہ پر افتراء اور نیکی کے کاموں پر بہتان طرازی کرنے کیلئے ایسے کاموں کو "بدعت" کہہ کر لوگوں کو ان سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں لہذا ضروری ہے کہ "بدعت" پر بھی تحقیق کی جائے اور بدعت اور غیر بدعت میں فرق ظاہر کیا جائے۔ تاکہ ان مفترین کو چندے عبرت ہو جائے اور نیکو کاروں کو اطمینان وسکون میسر آسکے۔ علماء اھل حق رحمھم اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ پر بہت وضاحت کی ہے اور تحقیق کے ساتھ بہت کچھ لکھا ہے۔ انہی حضرات کے فیض وکرم سے سطور ذیل میں اس مسئلہ پر کچھ معروضات سپرد قرطاس کی جاتی ہیں۔

لفظ بدعت کا معنی:

نہایہ امام ابن اثیر علیہ رحمۃ القدیر میں "ب، دع" کے مادہ میں لکھا ہے۔

وَفِيْ حَدِيْثِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ "نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ" اَلْبِدْعَةُ بِدْعَتَانِ: بِدْعَةُ هُدًى وَبِدْعَةُ ضَلَالٍ. فَمَا كَانَ فِيْ خِلَافِ مَا اَمَرَ اللهُ بِهٖ وَرَسُوْلُهٗ ﷺ فَهُوَ فِيْ حَيِّزِ الذَّمِّ وَالْاِنْكَارِ. وَمَا كَانَ وَاقِعًا تَحْتَ عُمُوْمِ مَا نَدَبَ اللهُ اِلَيْهِ وَحَضَّ عَلَيْهِ اللهُ وَرَسُوْلُهٗ، فَهُوَ فِيْ حَيِّزِ الْمَدْحِ وَمَا لَمْ يَكُنْ لَّهٗ مِثَالٌ مَوْجُوْدٌ كَنَوْعٍ مِّنَ الْجُوْدِ وَالسَّخَاءِ وَفِعْلِ الْمَعْرُوْفِ فَهُوَ مِنَ الْاَفْعَالِ الْمَحْمُوْدَةِ. وَلَا يَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ ذَالِكَ عَلٰى خِلَافِ مَا وَرَدَ الشَّرْعُ بِهٖ لِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَعَلَ لَهٗ فِيْ ذَالِكَ



ثَوَابًا فَقَالَ: مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً كَانَ لَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا" وَقَالَ فِيْ ضِدِّهٖ: "مَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا. وَذَالِكَ اِذَا كَانَ فِيْ خِلَافِ مَا اَمَرَ اللهُ بِهٖ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ." وَقَوْلُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ: "نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ" لَمَّا كَانَتْ مِنْ اَفْعَالِ الْخَيْرِ وَدَاخِلَةً فِيْ حَيِّزِ الْمَدْحِ سَمَّاهَا بِدْعَةً وَّمَدَحَهَا. لِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسُنَّهَا لَهُمْ وَاِنَّمَا صَلَّاهَا لَيَالِيَ. ثُمَّ تَرَكَهَا وَلَمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا وَلَا جَمَعَ النَّاسَ لَهَا وَلَا كَانَتْ فِيْ زَمَنِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَاِنَّمَا عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ جَمَعَ النَّاسَ عَلَيْهَا وَنَدَبَهُمْ اِلَيْهَا فَبِهٰذَا سَمَّاهَا بِدْعَةً.

ترجمہ: "اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیام رمضان کے بارے حدیث کہ نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ "یعنی یہ بہت اچھی بدعت ہے"۔ بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ (ایک) بدعتِ ہدایت (دوسری) بدعت گمراہی۔ پس جو اس کے خلاف ہو جس کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک ﷺ نے حکم فرمایا ہے وہ مذمت اور انکار کے حیز میں آتی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کام کے عموم کے تحت آتی ہے اور اس پر اللہ اور اس کے رسول پاک ﷺ نے ترغیب فرمائی ہو تو وہ مدح کے محل میں آتی ہے اور جس کی مثال موجود نہ ہو جیسے جود وسخاوت کی کوئی قسم اور بھلائی کے کام کی صورت تو وہ افعال محمودہ میں سے ہوتی ہے اور یہ جائز نہ ہوگا کہ وہ افعال محمودہ اس کے خلاف ہوں جس کے بارے شرع کا حکم وارد ہوا ہو۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایسے کاموں میں ثواب مقرر فرمایا ہوا ہے۔ پس آپ ﷺ کا فرمان ہے۔: "مَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً كَانَ لَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا" یعنی "جس نے اچھا طریقہ جاری

کیا اس کے لیے اس اچھے کام کا اجر ہوگا اور جس نے اس پر عمل کیا اس کا بھی اسے ثواب ملے گا۔" اور اس کے اُلٹ کام ہو تو اس کے بارے آپ ﷺ نے فرمایا ہے۔ "مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً - - - - - یعنی جس نے بُرا طریقہ نکالا تو اس کے لئے گناہ ہوگا اس برے طریقے کا اور جس نے اس پر عمل کیا اس کا گناہ بھی اس پر ہوگا۔ اور یہ اسی وقت ہے جب وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ کے حکم کے خلاف ہو۔ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان: نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ۔

چونکہ افعال خیر میں سے ہے اور مدح کے مقام میں آتا ہے اس لئے انہوں نے اسے "بہت اچھی بدعت" کا نام دیا۔ اور یہ بدعت اس لئے تھی کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اسے یوں سنت میں جاری نہ کیا تھا۔ آپ ﷺ نے باجماعت تراویح صرف چند راتیں ادا فرمائی تھی پھر اسے ترک فرما دیا تھا اور اس پر محافظت نہیں فرمائی تھی نہ ہی اس کے لئے لوگوں (صحابہ) کو جمع فرمایا تھا اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بھی یوں باجماعت تراویح نہیں تھی۔ صرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس جماعت پر لوگوں کو جمع فرمایا تھا اور اس کی ترغیب انہیں دی تھی یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اس کا نام بدعت رکھا۔ پھر آگے صاحب نہایہ لکھتے ہیں۔ وَعَلٰى هٰذَا يُحْمَلُ الْحَدِيْثُ الْآخَرُ: كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ۔ إِنَّمَا يُرِيْدُ مَا خَالَفَ أُصُوْلَ الشَّرِيْعَةِ وَلَمْ يُوَافِقِ السُّنَّةَ۔

ترجمہ: "اور اسی پر حمل کی جاتی ہے دوسری حدیث جس میں "كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" فرمایا گیا ہے اور ہر محدث کو بدعت فرمایا گیا ہے بے شک اس سے مراد وہ کام ہے جو شریعت کے اصولوں کے خلاف ہو اور سنت سے اس کی موافقت نہ ہوتی ہو۔

لسان العرب میں لکھا ہے۔ اَلْبِدْعُ الشَّيْءُ الَّذِيْ يَكُوْنُ اَوَّلًا۔



یعنی بدعت وہ شئی ہے جو پہلی ہو یعنی اس کا وجود پہلے نہ ہو یعنی اپنے موجود ہونے سے۔ پھر آگے وہی نہایہ شریف ابن اثیر کی ساری مکمل عبارت لکھ کر اسے ثابت رکھا ہے۔

تاج العروس میں لکھا ہے۔ اَلْبِدْعُ يُقَالُ فُلَانٌ بِدْعٌ فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ اَيْ اَوَّلٌ لَمْ يَسْبِقْهُ اَحَدٌ۔ وَقَالَ الْكِسَائِيُّ: اَلْبِدْعُ يَكُوْنُ فِيْ خَيْرٍ وَّشَرٍّ

ترجمہ: البدع یعنی بدعت کہا جاتا ہے فلاں نے اس کام میں ابتداء کی ہے یعنی یہی پہلا ہے (اس کام میں) اس سے پہلے یہ کسی نے نہیں کیا۔ اور امام لغت امام کسائی نے کہا ہے کہ بدعت خیر بھی ہوتی ہے اور شر میں بھی۔ یعنی کچھ بدعتیں خیر ہیں کچھ شر۔ پھر صاحب تاج العروس نے بھی نہایہ ابن اثیر کی مذکورہ بالا ساری عبارت لکھی ہے اور اسے ثابت کیا ہے۔

اور ابن اثیر اور ان کی نہایہ شریف کو آفاق عالم میں جو شرف حاصل ہے وہ حدیث پاک کی لغات کے حل اور علوم میں کسی اور کتاب کو حاصل نہیں یہاں تعارف کی گنجائش نہیں اور لسان العرب اور تاج العروس بھی تعارف کی محتاج نہیں۔

مفردات میں امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں۔ اَلْبِدْعَةُ فِي الْمَذْهَبِ اِيْرَادُ قَوْلٍ لَمْ يَسْتَنَّ قَائِلُهَا وَفَاعِلُهَا فِيْهِ بِصَاحِبِ الشَّرِيْعَةِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاُصُوْلِهَا الْمُتْقَنَةِ۔

ترجمہ: اور بدعت مذہب میں یہ ہوتی ہے کہ ایسا قول کیا جائے کہ اس کا قائل اور فاعل اس قول میں صاحب شریعت ﷺ سے استدلال نہ کرے۔ اور نہ ہی شریعت کے اتقان والے اصولوں کو راہنما بنائے۔

اور تعاریف امام مناوی علیہ الرحمہ میں لکھا ہے۔ اَلْبِدْعَةُ الْفِعْلَةُ الْمُخَالِفَةُ لِلسُّنَّةِ۔ وَفِي الْحَدِيْثِ: "كُلُّ مُحْدَثٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ۔ لٰكِنْ قَدْ يَكُوْنُ مِنْهَا مَا لَيْسَ بِمَكْرُوْهٍ فَيُسَمّٰى بِدْعَةً مُبَاحَةً وَهُوَ

مَا شَهِدَ لِجِنْسِهٖ اَصْلٌ فِي الشَّرْعِ اَوِ اقْتَضَتْهُ مَصْلَحَةٌ تَنْدَفِعُ بِهَا مَفْسَدَةٌ۔

ترجمہ: بدعت خلافِ سنت نوعیت کا کام ہوتا ہے۔اور حدیث پاک میں ہے :

كُلُّ مُحْدَثٍ بِدْعَةٌ........ لیکن بدعت میں سے کئی دفعہ وہ کام بھی ہوتا ہے جو مکروہ نہیں ہوتا تو اسے بدعتِ مباحہ کہا جاتا ہے اور یہ وہ ہے کہ اس کی جنس کے لئے شریعت میں اصل موجود ہوتی ہے یا کوئی مصلحت اس کا تقاضا کر رہی ہوتی ہے جس سے کوئی مفسدہ دور ہو جاتا ہے۔

نہایہ ابن اثیر میں لکھا ہے۔ اَلْحَدَثُ: "اَلْاَمْرُ الْحَادِثُ الْمُنْكَرُ الَّذِيْ لَيْسَ بِمُعْتَادٍ وَلَا مَعْرُوْفٍ فِي السُّنَّةِ۔ وَمُحْدَثَاتُ الْاُمُوْرِ وَهِيَ مَالَمْ يَكُنْ مَعْرُوْفًا فِيْ كِتَابٍ وَلَا سُنَّةٍ وَلَا اِجْمَاعٍ۔

ترجمہ: حدث وہ غیر معروف کام جو سنت میں معتاد اور معروف نہ ہو اور محدثات امور یہ وہ ہیں جو قرآن وسنت اور اجماع (امت) میں معروف نہ ہوں۔

لسان العرب میں لکھا ہے: مُحْدَثَاتُ الْاُمُوْرِ وَهِيَ مَالَمْ يَكُنْ مَعْرُوْفًا فِيْ كِتَابٍ وَّلَا سُنَّةٍ وَلَا اِجْمَاعٍ ۔وَالْحَدَثُ الْاَمْرُ الْحَادِثُ الْمُنْكَرُ الَّذِيْ لَيْسَ بِمُعْتَادٍ وَلَا مَعْرُوْفٍ فِي السُّنَّةِ۔

ترجمہ: محدثات امور وہ ہیں جو نہ قرآن میں معلوم ہوں نہ سنت میں نہ اجماع (امت) میں۔ اور امر حادث وہ غیر معروف کام ہے جو نہ تو سنت میں معتاد ہو اور نہ ہی معروف ہو۔

تاج العروس میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔ لہذا عبارت دہرانے کی ضرورت نہیں۔ مفردات راغب، میں لکھا ہے۔ اَلْحُدُوْثُ كَوْنُ الشَّيْءِ بَعْدَ اَنْ لَمْ يَكُنْ یعنی حدوث ہے شیء کا ہونا بعد اس کے کہ وہ نہ تھی۔ اور امام مناوی کتاب تعاریف میں لکھتے ہیں۔ اَلْحُدُوْثُ كَوْنُ الشَّيْءِ بَعْدَ عَدَمِهٖ عَرَضًا اَوْ جَوْهَرًا۔



یعنی حدوث ہے، شیٔ کا عدم کے بعد ہونا عرض ہو (وہ شیٔ) یا جوہر۔

بدعت وحدوث کے لغوی معانی ومطالب پر تحقیق کے سلسلہ میں ان مذکورہ بالا کتبِ لغت کی بحث کے بعد مزید کی ضرورت یا حاجت نہیں رہتی۔ اب آپ خود ہی فیصلہ کر لیں کہ "عرس شرعی" جو یہاں مبحوث عنہ ہے اور آپ نے اس کی مکمل ہیئت کذائی اور اس میں کئے جانے والے اعمال ووظائف معلوم کر لئے ہیں ان میں سے کونسا عمل ووظیفہ ہے جو:-

۱۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کے حکم کے خلاف ہے؟

۲۔ شریعت کے اصولوں کے خلاف ہے؟

۳۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی ظاہری حیات پاک میں اور دور صحابہ کرام میں نہ ہوتا تھا۔

۴۔ سنت سے تمسک کے بغیر ہو؟

۵۔ نیکی کی اس مجموعی جنس اور اس میں آنے والی نیکی کی انواع پر شریعت سے شہادت نہ ہو؟

۶۔ شریعت میں طے شدہ اور معروف نہ ہو؟

۷۔ قرآن وسنت اور اجماع امت میں اس کا انکار ہو؟

ایک دفعہ پھر پیچھے نظر دوڑائیں، عرس میں ہونے والے امور، تلاوت قرآن، ذکر الٰہی تعالیٰ، نعتِ رسول مقبول ﷺ سے لے کر اجتماعی دعا، ایصال ثواب اور ضیافت تک، ایک دفعہ پھر ملاحظہ نظر کریں۔ ہاں کسی ناسمجھ کیلئے یہ اشتباہ ہو سکتا تھا جو اس کے کسی قائد ضلالت نے اس میں پھونک رکھا ہو کہ اس کا نام "عرس" کیوں ہے یا یہ کہ اس کے لیے وقت مقرر کرنا یا معین کرنا کیونکر ہے یا یہ اجتماعی ہیئت میں کیا حیثیت رکھتا ہے تو اس کا بتوفیق باری تعالیٰ ابتدائی صفحات پر ہی تحقیقی بیان گزر چکا ہے۔ بس

اب قارئین کرام خود ہی انصاف سے تصفیہ کرلیں کہ عرس مبارک کی شرعی حیثیت کیا ہے اوراس پر اعتراض کرنے والے اوراس مجموعۂ محسنات سے روکنے والے کون ہوسکتے ہیں؟

اگر ابھی تک بھی کسی منکر کو تسلی نہ ہوئی ہو تو اب وہ احادیث مبارکہ جن میں یہ الفاظ مبارکہ آئے ہیں وہ احادیث مطہرہ اور امت مسلمہ کے سب سے زیادہ مشہور ومعروف شارحین حدیث کی تشریحات بھی اس بارے بیان کردی جاتی ہیں تاکہ حجت انتہاء منزلت پر فائز ہوجائے اور نہ ماننے والے پر وہ بات صادق آجائے جو ہم نے ابتداء میں کہی تھی کہ وہ یا پاگل ومجنون ہے یا پھر خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ والی قوم میں یا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ والی جنس کی بجائے بَلْ هُمْ اَضَلُّ والی کسی جنس کی انواع کے افراد میں سے ہے۔

۱۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عبدجن کی نسبت القاری ہے فرماتے ہیں۔کہ:"میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک رات مسجد (نبوی) کی طرف نکلا کیا دیکھتے ہیں کہ لوگ مختلف گروہوں میں نماز (تراویح) ادا کررہے ہیں، کوئی اکیلا تراویح پڑھ رہا ہے اور کسی کے ساتھ جماعت ہے۔

فَقَالَ عُمَرُ "اِنِّىْ لَوْ جَمَعْتُ هٰٓؤُلَاءِ عَلٰى قَارِئٍ وَاحِدٍ لَكَانَ اَمْثَلَ. ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلٰى اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ. قَالَ: "ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ لَيْلَةً اُخْرٰى وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ قَارِئِهِمْ." قَالَ عُمَرُ: "نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ۔

(الصحیح للبخاری کتاب الصیام باب فضل قیام رمضان)

ترجمہ: "پس حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: "اگر میں ان سب کو ایک ہی قاری پر جمع کردوں تو یہ زیادہ اچھا ہے۔ پھر انہوں نے پختہ ارادہ کر کے انہیں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اکٹھا کردیا۔ راوی (عبدالرحمٰن)



کہتے ہیں پھر ایک اور رات میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ (اُدھر کو) نکلا جبکہ لوگ اپنے (ایک ہی) قاری (حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "یہ بہت اچھی بدعت ہے"۔

شیخ الاسلام امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔ اَلْبِدْعَةُ: وَالتَّحْقِيْقُ اَنَّهَا اِنْ كَانَتْ مِمَّا تَنْدَرِجُ تَحْتَ مُسْتَحْسَنٍ فِى الشَّرْعِ فَهِىَ حَسَنَةٌ وَاِنْ كَانَتْ مِمَّا تَنْدَرِجُ تَحْتَ مُسْتَقْبَحٍ فِى الشَّرْعِ فَهِىَ مُسْتَقْبَحَةٌ وَاِلَّا فَهِىَ مِنْ قِسْمِ الْمُبَاحِ وَقَدْ تَنْقَسِمُ اِلَى الْاَحْكَامِ الْخَمْسَةِ۔

ترجمہ: لفظ بدعت: اور تحقیق یہ ہے کہ اگر بدعت ایسی اصل کے نیچے آتی ہے جو شرع میں مستحسن ہے تو وہ بدعت حسنہ ہے اور ایسی اصل کے نیچے آتی ہے جو شرع میں قبیح سمجھی جاتی ہے تو وہ بدعت قبیح ہے اور ان دونوں صورتوں میں سے نہ ہو تو وہ مباح کی قسم میں سے ہے۔ اور احکام خمسہ (واجب، مندوب، مباح، حرام اور مکروہ) کی طرف بھی منقسم ہوتی ہے۔

اور شیخ الاسلام حضرت امام علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمہ اسی مقام پر فرماتے ہیں۔ وَاِنَّمَا دَعَاهَا بِدْعَةً لِاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسُنَّهَا لَهُمْ وَلَا كَانَتْ فِىْ زَمَنِ اَبِىْ بَكْرٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ثُمَّ الْبِدْعَةُ عَلٰى نَوْعَيْنِ...... پھر آگے فتح الباری والے الفاظ ہی لکھے ہیں لہذا دہرانے کی حاجت نہیں۔

ترجمہ: "اور بے شک اس (طرح پر قیام رمضان) کا نام انہوں نے بدعت رکھا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے (اس طریقہ پر) مسنون نہ فرمائی تھی۔ اور نہ ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ایسی تھی۔ پھر بدعت کی دو قسمیں

ہیں۔یعنی حسنہ اور قبیحہ۔جیسا کہ اوپر امام ابن حجر نے لکھا ہے۔

اور حضرت قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمہ مشارق الانوار میں فرماتے ہیں۔

وَقَوْلُهُ نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ۔وَالْبِدْعَةُ فِعْلُ مَالَمْ يُسْبَقْ اِلَيْهِ۔ فَمَا وَافَقَ اَصْلًا مِنَ السُّنَّةِ يُقَاسُ عَلَيْهِ فَهُوَ مَحْمُوْدٌ وَمَا خَالَفَ اُصُوْلَ السُّنَنِ فَهُوَ ضَلَالَةٌ وَمِنْهُ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ: "كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ"۔

ترجمہ: وقولہ نعمت البدعہ ھذہ۔اور بدعت ایسا کام کرنا ہے کہ اس سے پہلے نہ ہوا ہو۔ پس جو سنت میں سے کسی اصل کے موافق ہو جس پر اسے قیاس کیا جاسکے تو وہ محمود ہے اور اصول سنن کے خلاف ہو تو وہ ضلالت ہے اور آپ ﷺ کا فرمان: "كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" اس میں سے ہے جس پر سنن میں کوئی دلیل نہ ہو۔

امام نووی شرح صحیح مسلم کتاب الجمعۃ باب تخفیف الصلوہ والخطبۃ میں لکھتے ہیں۔قَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" هٰذَا عَامٌ مَخْصُوْصٌ وَالْمُرَادُ غَالِبُ الْبِدَعِ۔ قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ كُلُّ شَيْءٍ فُعِلَ عَلٰى غَيْرِ مِثَالٍ سَابِقٍ۔

ترجمہ: آپ ﷺ کا فرمان: ""كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" ایسا عام ہے جس کی تخصیص کی گئی ہے اور مراد ہیں غالب بدعتیں۔اہلِ لغت نے کہا ہے کہ بدعت وہ کام ہے جو کیا جائے کہ اس کی مثال پہلے نہ ہو۔پھر آگے لکھتے ہیں۔

قَالَ الْعُلَمَاءُ: "اَلْبِدْعَةُ خَمْسَةُ اَقْسَامٍ وَاجِبَةٌ وَّ مَنْدُوْبَةٌ وَّ مُحَرَّمَةٌ وَمَكْرُوْهَةٌ وَمُبَاحَةٌ۔ فَمِنَ الْوَاجِبَةِ نَظْمُ اَدِلَّةِ الْمُتَكَلِّمِيْنَ لِلرَّدِّ عَلَى الْمُلَاحِدَةِ وَالْمُبْتَدِعِيْنَ وَشِبْهِ ذَالِكَ وَمِنَ الْمَنْدُوْبَةِ تَصْنِيْفُ كُتُبِ الْعِلْمِ وَبِنَاءُ الْمَدَارِسِ وَالرَّوَابِطِ وَغَيْرُ ذَالِكَ وَمِنَ الْمُبَاحِ التَّبَسُّطُ فِي اَلْوَانِ الْاَطْعِمَةِ وَغَيْرِ ذَالِكَ......

ترجمہ: علماء نے فرمایا ہے: "بدعت کی پانچ قسمیں ہیں واجب، مندوب، حرام، مکروہ اور مباح۔پس واجب بدعتوں میں سے ہے علماء متکلمین کی ادلہ کا نظم وضبط کرنا ملحد اور



بدعتی فرقوں (جیسے قدری، معتزلی، جبری، رافضی، ناصبی اور خارجی اور خارجیوں کی مختلف صورتیں جو کہ حدیث کے مطابق کسی نہ کسی صورت میں خروج کرتے ہی رہیں گے اور ان کا آخری جتھا دجال کے ساتھ ہوگا۔جیسے موجودہ زمانے کے دہشت گرد اور دہشت گردوں کے حمایتی خارجی جو کہ مختلف ناموں سے پہچانے جاتے ہیں) کے رد کیلئے۔اور مندوب بدعتیں جیسے علم کی کتابوں کی تصنیف اور مدارس کی عمارتیں (مدارس کے نام پر وقف) اور چھاؤنیاں وغیرہ (بلکہ قرآن حکیم پر زیروں زبروں وغیرہ کے ساتھ اعراب لگانا موجودہ طرق پر اس کی طباعت اور تراجم وتفاسیر کرنا بشرطیکہ ترجمہ وتفسیر درست ہو) اور مباح بدعتیں جیسے رنگ برنگے کھانے وغیرہ (اور ملبوسات جو کہ شرعی حدود کے اندر ہوں اور موجودہ طریقوں پر مساجد کی تعمیرات اور مساجد سے ملحق وضو، غسل، استنجاء کی جگہیں بنانا اور مساجد پر مینار بنانا اور لاؤڈ سپیکروں کے استعمال بیاہ شادیوں کیلئے نئے نئے طریقے بشرطیکہ حدود شرع میں ہوں۔میرج ہالوں میں شادیاں کرنا۔پھر بسوں ہوائی جہازوں کے سفر، پھر سکولوں کی تعلیمات میٹرک کرنا ایف اے کرنا بی اے کرنا وغیرہ ڈپلومہ لینا، یہ علاج معالجے کے لئے ہسپتال اور یہ ایلو پیتھی اور ہومیو پیتھی وغیرہ پھر یہ استعمالی چیزیں فرج، فریزر کپڑے دھونے اور خشک کرنے کی مشینیں یہ صوفے یہ بیڈ یہ فیکٹریاں، کارخانے یہ حج پر جہاز کے ذریعے جانے یہ بینکوں میں مختلف قسم کے اکاؤنٹ اور پالیسیاں یہ انتخاب یہ سیاست یہ پٹرول ڈیزل اور بعض لوگوں کا نام ہی ڈیزل پڑ جانا یہ مختلف قسم کے نام اور چیزیں اور کام جن کا قرآن وسنت میں اور عہد نبوی اور عہد صحابہ وتابعین بلکہ صدیوں بعد تک نام ونشان نہیں ملتا کیا یہ سب سنت ہیں یا بدعتیں ہیں جو کہ شرعی احکام کے ساتھ مربوط ہیں؟ یہ نیکی کے کاموں سے اور قرآن وسنت سے ثابت شدہ امور سے روکنے والے اپنی کسی بدعقیدگی، بدمذہبی اور بدکرداری کو بدعت نہیں کہتے۔ان سے پوچھا جائے کہ

تمہارے، عقائد ونظریات جو تمہارے بڑوں کی کتابوں میں لکھے ہیں مثلاً یہ کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے، اللہ تعالیٰ کے لئے جہت اور مکان ثابت کرنا، نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی ختم نبوت کا انکار کرنا اور آپ ﷺ کے بعد نبیوں کے آنے کا جواز بتانا اور آپ ﷺ کے علوم غیبیہ وغیرہ صفات کا انکار کرنا، یزید پلید کو برحق ماننا اور سیدنا امام عالی مقام حضرت امام حسین اور ان کے ساتھیوں (سب پر اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہو) کو باغی قرار دینا اور یہ کہ نماز میں حضور نبی اکرم ﷺ کا خیال آنا ایسا ویسا ہے (راقم الحروف وہ لفظ یہاں نہیں لکھ سکتا بہت بیہودہ الفاظ ہونے کی وجہ سے) یہ اور اس طرح کی اور سینکڑوں کفریہ عبارات ان کی کتابوں میں پڑی ہیں اگر ان کی کتب دستیاب نہ ہو سکیں تو حضرت علامہ مولانا محمد منشا تابش قصوری کی کتاب ''دعوت فکر'' ضرور پڑھیں۔ یہی وہ کفریہ اعتقادات اور کفریہ عبارتیں ہیں جن کی بنا پر علماء حرمین شریفین نے ان لوگوں کو کافر قرار دیا تھا نیز برصغیر کے سب معتبر علماء کرام نے پڑھیں حسام الحرمین نامی کتاب اور صوارم ہندیہ نام کی کتاب اور ان کے بارے یہ بھی بار بار لکھا ہوا ہے کہ جو ان کے کفر اور دائمی عذاب جہنم میں شک وشبہ رکھے وہ بھی کافر ہے۔ جب کہ یہ لوگ انہیں اپنا پیشوا اور قائد مانتے ہیں اور ان کی اس قدر عزت اور احترام اور تکریم کرتے ہیں کہ ان کے ناموں پر ان کے مستقل فرقے موجود ہیں اور ان کے طریقوں پر بھی۔ یہ تو بدعقیدگی اور بدمذہبی کی باتیں تھیں ان کے کرتوت اور بدکرداریاں دیکھو تو حد ہی ختم۔ ان سے پوچھا کرو کہ یہ عقائد ونظریات قرآن کی کس آیت اور نبی کریم ﷺ کی کس حدیث اور سنت سے ثابت ہیں اور یہ کرتوت کس شریعت کے احکام ہیں۔ اور ان کے اِن حالات سے ہی سمجھ لو کہ یہ کیوں روکتے ہیں حسنات وصالحات اعمال سے۔ اگر نہ سمجھ آئے تو سوچو کہ ابلیس کیوں روکتا ہے اچھے اور نیکی کے کاموں سے اور ایمان اور دین سے لوگوں کو جڑوں سے کیوں لینا چاہتا ہے چاہتا ہے۔



ہاں تو ہم یہاں بدعت کے معنی اور اس کے متعلق شرعی احکام کی بحث کر رہے تھے بزبان شارحین احادیث مبارکہ:

حضرت مُلّا علی القاری علیہ الرحمہ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں۔ قولہ علیہ السلام: "مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَالَیْسَ مِنْہُ...."

یعنی جس نے ہمارے اس امر (دین) میں ایسا عقیدہ اور ایسا عمل نکالا جو کہ اس (دین اسلام) میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔

اس کی شرح میں لکھتے ہیں: قَالَ الْقَاضِیْ: "اَلْمَعْنٰی۔ مَنْ اَحْدَثَ فِی الْاِسْلَامِ رَاْیًا لَمْ یَکُنْ لَّہٗ مِنَ الْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ سَنَدٌ ظَاھِرٌ اَوْ خَفِیٌّ مَلْفُوْظٌ اَوْ مُسْتَنْبَطٌ فَھُوَ مَرْدُوْدٌ عَلَیْہِ... فَاِنَّ الدِّیْنَ اِتِّبَاعُ آثَارِ الْکِتَابِ وَالْاَخْبَارِ وَاسْتِنْبَاطِ الْاَحْکَامِ مِنْھَا۔ وَفِیْ قَوْلِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ: "مَالَیْسَ مِنْہُ۔ اِشَارَۃٌ اِلٰی اَنَّ اِحْدَاثَ مَالَا یُنَازِعُ الْکِتَابَ وَالسُّنَّۃَ لَیْسَ بِمَذْمُوْمٍ۔

ترجمہ: حضرت قاضی (عیاض علیہ الرحمہ) فرماتے ہیں اس حدیث مقدس کا معنی یہ ہے کہ اسلام میں ایسی رائے سوچ نظریہ نیا نکالنا کہ قرآن وسنت میں سے اُس پر کوئی سند (ثبوت) نہ ظاہری ہو نہ خفی نہ ان کے الفاظ سے ثبوت ہو نہ استنباط (واجتہاد) سے تو وہ رائے نظریہ سوچ اسی پر رد کردی جائے گی۔ اور آپ ﷺ کا فرمان پاک: ''مَالَیْسَ مِنْہُ'' اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایسا کام اور ایسی رائے سوچ جو کتاب وسنت کے منازع (خلاف) نہ ہو اس کا نکالنا بُرا نہیں ہے۔ (مرقاۃ کتاب الاعتصام)

آپ حضرات ان منکرین خیرات وحسنات سے پوچھیں کہ عرس شرعی، قل شریف کے ختم، تیجہ، دسواں، چالیسواں اور محفل میلاد شریف اور تذکرہ شہداء اسلام، تذکرہ اولیاء کرام وصالحین اور محفل گیارہویں شریف اور عید میلاد النبی ﷺ جو کہ

شریعت کی حدود میں منائی جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے مزارات پر حاضری اور اللہ تعالیٰ کے پیاروں اور سب پیاروں کے سردار پیارے مصطفیٰ کریم ﷺ کے واسطہ و وسیلہ سے حق تعالیٰ عزشانہ سے دعائیں کرنا اللہ تعالیٰ کے پیاروں اور پیاروں کے پاک تاجدار ﷺ کی حد درجہ عزت و تکریم اور انتہائی احترام کرنا اور ان کے حضور تواضع اور آداب اور نیاز مندی کا اظہار کرنا اور زمانہ اول سے اہلِ سنت و جماعت میں قرناً فقرناً چلے آرہے ہیں اور رائج ہیں یہ قرآن حکیم کی کن آیات و نبی پاک ﷺ کے کن فرمودات اور صحابہ کرام کے کن معمولات کے خلاف ہیں۔اور ان میں کس کس میں کہاں کہاں ان سے منع فرمایا گیا ہے جبکہ منع خواہ تحریماً ہو یا کراہۃً اس کے لئے کوئی شرعی دلیل درکار ہوتی ہے اگر چہ کراہت تنزیہی ہو۔تم لوگوں کے پاس آجا کر ایک بدعت کا حیلہ اور مکروفریب ہے اس کے بارے میں یہ سب تحقیق تم لوگوں کے سامنے ہے لغت کی رو سے بھی اور شرع کی رو سے بھی جو تم ان اوراق میں پڑھ رہے ہو اور آگے ابھی پڑھتے جاؤ۔اسی مرقاۃ میں اور اس کی اسی کتاب اعتصام میں ہے۔

قَوْلُهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ: "شَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ". اَیْ كُلُّ بِدْعَةٍ سَيِّئَةٍ ضَلَالَةٌ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ: "مَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا." وَجَمَعَ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ الْقُرْاٰنَ وَكَتَبَهٗ زَيْدٌ فِي الْمُصْحَفِ وَجُدِّدَ فِيْ عَهْدِ عُثْمَانَ.......

وَقَالَ الْاِمَامُ الشَّافِعِيُّ. مَا اُحْدِثَ مِمَّا يُخَالِفُ الْكِتَابَ اَوِ السُّنَّةَ اَوِ الْاَثَرَ اَوِ الْاِجْمَاعَ فَهُوَ ضَلَالَةٌ وَمَا اُحْدِثَ مِنَ الْخَيْرِ مِمَّا لَا يُخَالِفُ شَيْئًا مِنْ ذَالِكَ فَلَيْسَ بِمَذْمُوْمٍ. وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ. فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ. "نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَارَاٰهُ



الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ. وَفِيْ حَدِيْثٍ مَرْفُوْعٍ لَا يَجْتَمِعُ اُمَّتِيْ عَلٰى ضَلَالَةٍ.

ترجمہ: ''آپ ﷺ کا فرمان پاک: "شَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" اس سے مراد بدعت سیئہ ہے جو کہ ضلالت وگمراہی ہے۔آپ ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے "مَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ یعنی جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری اور رائج کیا تو اس کے لیے اس کا ثواب ہے اور جس نے اس پر عمل کیا اس کا بھی ثواب ہے۔(یعنی اگر كُلُّ بِدْعَةٍ سے ہر وہ کام مراد لیا جائے جو حضور سرورِ عالم ﷺ کے زمانہ میں نہ تھا تو اس حدیث کا تعارض ہو جائے گا اس حدیث پاک سے نیز اور بہت سی نصوص شرع سے جن سے ثابت ہے کہ وہ نیا کام یا چیز بُری نہیں جو کہ کتاب وسنت کے خلاف نہ ہو نہ شرع نے اس سے منع کیا ہو اور حضور اکرم ﷺ کے فرمودات میں تعارض تو ہو نہیں سکتا لہذا اس فرمان کی تخصیص سمجھی جائے گی جیسے قرآن وسنت میں ان گنت فرمودات ہیں جن کی تخصیص کی جاتی ہے ورنہ شریعت میں باہمی تضاد اور تعارض آجائے گا جو کہ ناممکن اور محال ہے۔اور یہ قاعدہ بھی مشہور و مسلم ہے۔

مَامِنْ عَامٍّ اِلَّا وَقَدْ خُصَّ مِنْهُ بَعْضٌ۔

یعنی کوئی عام نہیں مگر اس میں سے بعض کی تخصیص کی جاتی ہے۔ورنہ شریعت کی بھی نعوذ باللہ تعالیٰ تکذیب ہو جائے گی۔اس ساری تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے اور حضرت ابوبکر وعمر نے قرآن جمع کیا اور حضرت زید نے اسے مصحف میں لکھا (حالانکہ حضور اکرم ﷺ کے عہد ظاہری میں ایسا نہ تھا) اور حضرت عثمان نے اس کی (اپنے عہد میں) تجدید کی۔رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین۔اور امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا۔''وہ کام جو نیا پیدا کیا جائے جو کتاب وسنت یا اثر یا اجماع کے خلاف ہو وہ ''ضلالت'' ہے۔اور وہ جو بھلائی خیر میں سے نیا کام کیا جائے جو کہ ان میں سے کسی کے بھی خلاف نہ ہو وہ

مذمت والا نہیں ہے۔ جبکہ حضرت عمر کا فرمان قیام رمضان کے بارے (ایک خاص رائج ہیئت پر) ''نعمت البدعۃ ھذہ'' موجود ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ: جو کام مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اچھا ہوتا ہے (سنن دارمی کتاب الاعتصام بالسنہ) اور مرفوع حدیث میں ہے کہ ''میری امت گمراہی ضلالت پر اجماع نہیں کرے گی۔ اس حدیث پاک سے بھی معلوم ہوا کہ دورِ صحابہ و تابعین اور ان کے بعد زمانوں سے وہ کام جو بالا جماع چلے آ رہے ہیں حالانکہ وہ عہد نبوی ظاہری میں نہیں تھے ہرگز ہرگز بدعتِ ضلالۃ نہیں ہیں کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان پاک ہے۔ لا یجتمع امتی علی ضلالۃ۔ (جامع ترمذی شریف)

پس اگر یہ کام و امور بدعت ضلالۃ ہوں تو لازم آئے گا کہ امت نے ضلالت پر اجماع کر لیا ہے۔ اور یہ حدیث پاک شارع علیہ السلام کی خبر ہے جس میں تبدیلی محال ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ منکرین جھوٹے ہیں اور شریعت پر طرح طرح کے بہتان اور من گھڑت افترا باندھنے والے ہیں۔

اور پھر یہ بھی دیکھیں کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسے کاموں کی کوئی حد بندی بھی نہیں فرمائی صحیح مسلم شریف میں آپ ﷺ کا فرمان گرامی ہے۔

"مَنْ دَعَا اِلٰى هُدًى كَانَ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهٗ. لَا يَنْقُصُ ذَالِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا"۔

ترجمہ: ''جس نے ہدایت کے کام کی دعوت دی اس کے لئے ان سب کے اجر کے برابر ہوگا جنہوں نے اس کی پیروی کی۔ اس حدیث کو صاحب مشکوٰۃ نے بھی مسلم شریف سے روایت کیا ہے۔ اس کی شرح میں علامہ طیبی فرماتے ہیں۔

"اَلْمُرَادُ بِهٖ مَا يُهْدٰى بِهٖ مِنَ الْاَعْمَالِ الصَّالِحَةِ وَهُوَ بِحَسَبِ التَّنْكِيْرِ شَائِعٌ فِيْ جِنْسِ مَا يُقَالُ هُدًى وَاَعْظَمُهٗ مَنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَاَدْنَاهُ



اِمَاطَةُ الْاَذٰى عَنْ طَرِيْقِ الْمُسْلِمِيْنَ"۔

ترجمہ: ''اس سے مراد وہ اعمال صالحہ ہیں جن سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے۔ اور یہ نکرہ ہونے کے لحاظ سے ہر اس جنس کو شامل ہے جسے ہدایت کہا جا سکتا ہے۔ ان میں سے عظیم ترین کام ہے اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا اور خود بھی عمل صالح کرنا اور کم از کم یہ ہے کہ مسلمانوں کی راہ سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینا۔ نیز "مَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً" کے عموم پر بھی غور کریں کہ یہاں بھی نکرہ شرط کے نیچے آیا ہے جس میں عموم قطعی ہوتا ہے۔ اس مضمون پر کئی آیات قرآنی بھی دلالت کرتی ہیں جن کا احاطہ یہاں دشوار ہے۔ عمدۃ القاری صحیح بخاری کتاب الاعتصام بالسنۃ میں حدیث پاک "شَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا" کی شرح میں لکھتے ہیں۔

"اَلْمُرَادُ بِهَا مَا اُحْدِثَ وَلَيْسَ لَهٗ اَصْلٌ فِي الشَّرْعِ وَسُمِّيَ فِيْ عُرْفِ الشَّرْعِ بِدْعَةً وَمَا كَانَ لَهٗ اَصْلٌ يَدُلُّ عَلَيْهِ الشَّرْعُ فَلَيْسَ بِبِدْعَةٍ"۔

ترجمہ: محدثات امور سے مراد وہ کام ہیں جو نئے طور پر کئے جائیں اور شریعت میں ان کی کوئی اصل نہ ہو۔ اسی کو عرف شرع میں بدعت کا نام دیا گیا ہے۔ اور وہ کام جس کی کوئی اصل ہو جس پر شریعت دلالت کرتی ہے، وہ بدعت نہیں ہے۔

اور فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اسی مقام پر یہی عمدۃ القاری والی عبارت لکھ کر آگے امام ابن حجر (مصنف) فرماتے ہیں۔ قَالَ الشَّافِعِيُّ: "اَلْبِدْعَةُ بِدْعَتَانِ، مَحْمُوْدَةٌ وَمَذْمُوْمَةٌ. فَمَا وَافَقَ السُّنَّةَ فَهُوَ مَحْمُوْدٌ وَمَا خَالَفَهَا فَهُوَ مَذْمُوْمٌ۔

اخرجہ ابو نعیم بسندہ عن الامام الشافعی واخرج البیہقی فِيْ مَنَاقِبِهٖ قَالَ الْمُحْدَثَاتُ ضَرْبَانِ: مَا اُحْدِثَ يُخَالِفُ كِتَابًا اَوْ سُنَّةً اَوْ اَثَرًا اَوْ اِجْمَاعًا فَهٰذِهٖ بِدْعَةُ الضَّلَالِ وَمَا اُحْدِثَ مِنَ الْخَيْرِ لَا يُخَالِفُ شَيْئًا مِنْ ذَالِكَ فَهٰذَا غَيْرُ مَذْمُوْمٍ۔

ترجمہ: حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ ''بدعت کی دو قسمیں ہیں محمودہ

اور مذمومہ۔ پس جو سنت کے موافق ہوتو وہ محمود ہے اور جو سنت کے خلاف ہووہ مذمومہ ہے۔ امام شافعی کا یہ قول ابو نعیم نے اپنی سند کے ساتھ امام شافعی علیہ الرحمہ سے روایت کیا ہے۔ اور امام بیہقی نے مناقب امام شافعی میں ان کا یہ قول روایت کیا ہے کہ امام شافعی نے فرمایا۔ ''محدثات'' دوقسم کے ہیں ایک وہ نیا کا جو کتاب اللہ کے کسی فرمان یا سنت یا کسی روایت یا اجماع کے خلاف ہوتو وہ بدعت ضلالت ہے۔ اور دوسرا خیر کا نیا کام جو ان میں سے کسی کے بھی خلاف نہ ہووہ مذموم نہیں ہے۔

پھر علامہ ابن حجر اس سے اگلے صفحے پر فرماتے ہیں۔ ''كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ'' مَا اُحْدِثَ وَلَا دَلِيْلَ عَلَيْهِ مِنَ الشَّرْعِ بِطَرِيْقٍ خَاصٍّ وَلَا عَامٍّ۔

یعنی ''ہر بدعت گمراہی'' وہ نیا کام ہے جس پر شریعت کی کوئی خاص یا عام دلیل نہ ہو۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کا مذکورہ بالا فرمان امام سیوطی علیہ الرحمہ نے بھی الحاوی للفتاوی جلد اول صفحہ نمبر 184 (مطبوعہ اشاعت اسلام کتب خانہ پشاور) میں بھی روایت کیا اور اس سے استدلال فرمایا ہے۔ اور مزید یہ بھی لکھا ہے کہ قَالَ الشَّيْخُ عِزُّ الدِّيْنِ بْنُ عَبْدِ السَّلَامِ فِي الْقَوَاعِدِ الشَّرْعِيَّةِ "اَلْبِدْعَةُ مُنْقَسِمَةٌ اِلٰى وَاجِبَةٍ وَّمُحَرَّمَةٍ وَمَنْدُوْبَةٍ وَمَكْرُوْهَةٍ وَ مُبَاحَةٍ۔ وَالطَّرِيْقُ فِي ذَالِكَ اَنْ نَعْرِضَ الْبِدْعَةَ عَلٰى قَوَاعِدِ الشَّرْعِ فَاِذَا دَخَلَتْ فِي قَوَاعِدِ الْاِيْجَابِ فَهِيَ وَاجِبَةٌ اَوْ فِي قَوَاعِدِ التَّحْرِيْمِ فَهِيَ مُحَرَّمَةٌ اَوِ النُّدْبِ فَمَنْدُوْبَةٌ اَوِ الْكَرَاهَةِ فَمَكْرُوْهَةٌ اَوِ الْمُبَاحِ فَمُبَاحَةٌ"۔

ترجمہ: شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے (اپنی کتاب) قواعد شرعیہ میں فرمایا ہے۔ کہ بدعت یعنی دین کے متعلق کوئی نئی چیز یا نیا کام منقسم ہوتا ہے واجب، حرام، مندوب، مکروہ اور مباح کی طرف۔ اس میں دستور اور طریقہ یہ ہے کہ ہم اس نئی چیز نئے



کام کو شریعت کے قواعد (اصولوں) پر پرکھیں گے۔ پس جب وہ ایجاب کے اصولوں میں آئے تو وہ واجب ہے یا تحریم کے قواعد میں آئے تو وہ حرام ہے یا ندب کے اصول میں آئے تو وہ مندوب (سنت ومستحب) ہے یا کراہۃ میں آئے تو مکروہ ہے یا مباح کے قواعد میں آئے گی پس وہ مباح۔

شیخ عزالدین بن عبدالسلام کا یہ کلام امام نووی علیہ الرحمہ نے بھی اپنی کتاب تہذیب الاسماء واللغات میں ذکر کیا ہے اور اسے ثابت رکھا ہے اور اس سے ثبوت پیش کیا ہے اپنے مقصد پر۔ نیز امام سیوطی علیہ الرحمہ کی طرح امام علامہ ابی حجر مکی ہیثمی نے فتاوی حدیثیہ صفحہ نمبر 203 (مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی) میں بھی اس مسئلہ کی انہی حضرت شیخ عزالدین صاحب علیہ الرحمہ کے اس کلام پر بنیاد رکھی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ کلام بہت بڑے بڑے آئمہ کرام اور بڑے بڑے محققین نے لیا اور اختیار کیا ہے اور پوری امت کے علماء حق میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔ لہذا بالکل یہی صورت حال برحق ہے جو حضرت شیخ علامہ عزالدین علیہ الرحمہ نے بیان فرمائی ہے کہ ہر نئی پیش آمدہ چیز یا کوئی عمل یا کوئی رائے اور سوچ اور نظریہ اصول شرعیہ پر پیش کیا جاتا ہے وہ جس طرح کے احکام کے اصولوں اور قواعد میں آتا ہے وہی اس پر حکم لگایا جاتا ہے اور یہ ایسا ضابطہ ہے کہ تمام اصولیین وفقہاء کرام بلکہ ان سب کے سردار حضرات مجتہدین کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا یہی طریقہ اور دستور ہے اس اصول کا انکار نہ کرے گا مگر کوئی جاہل اجڈ اور گمراہ وبے دین جس نے طے کر رکھا ہے کہ حق کو ماننا نہیں ہے خواہ کچھ بھی ہو جائے۔ قارئین کرام! ذرا عالم تصور میں خیال کریں کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بڑھ کر بھی کوئی آدمی ان کے زمانہ سے لے کر آج تک دنیا میں ظاہر ہوا ہے جو کہ پوری شریعت کے مجتہدین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنھم میں سے تیسرے بڑے امام ہیں جو امام مالک اور امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنھما کے

شاگرد اور امام احمد بن حنبل کے استاد ہیں۔جن کے بارے حدیثِ پاک میں فضیلت و عظمت ذکر ہوئی ہے۔یعنی حضور نبی کریم ﷺ نے پیشن گوئی فرمائی ہے۔کہ:'' قریش میں سے ایک عالم دین ہوگا جو زمین کے مشرق و مغرب کو علم سے بھر دئے گا۔ دنیا اسلام کا ایک حصہ ان امام شافعی علیہ الرحمہ کا پیروکار ہے جن میں بڑے بڑے غوث ،قطب، ابدال، دین کے امام پیشوا حتی کہ امام غزالی و امام رازی علیہما الرحمہ اور حدیث کے بڑے بڑے امام ہوئے ہیں جیسے امام بخاری و امام مسلم اور امام ترمذی وغیرہ سب پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں۔ان امام شافعی سے حدیث پاک کی کتب میں باسند ان کا فرمان ''بدعت اور محدث کام'' کی تفسیر و تشریح میں ثابت اور روایت ہے۔جیسے آپ نے باحوالہ قریب پچھلے صفحات پر پڑھا ہے۔چلو دوسرے علماء کرام و بزرگان دین کی باتیں ذرا دیر کے لئے ایک طرف رکھ لیتے ہیں اور صرف امام شافعی کا فرمان مدنظر رکھ لیتے ہیں تو کیا یہی کافی و کفایت نہیں؟ لیکن کیا کریں یہ باغی وطاغی لوگ امام شافعی و آئمہ کرام وغیرھم کی باتیں تو درکنار قرآن وسنت کے ان مفہومات اور صریح احادیث کا انکار کر دیتے ہیں جو ان کے اپنے مقاصد و اغراض کے خلاف ہوں۔

حدیث بخاری شریف ہے کہ حضور پرنور ﷺ نے ارشاد فرمایا پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کے فرمودات سے یہ فرمان چلا آرہا ہے۔اِذَا لَمْ تَسْتَحِیِ فَاصْنَعْ مَاشِئْتَ اَوْ کَمَا قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

یعنی جب تجھ میں حیا نہ رہے تو جو مرضی ہے کرتا جا۔

کیونکہ جب حیاء ہی نہ رہے تو نہ دین رہا نہ ایمان، کیونکہ حیاء ایمان میں سے ہے جیسے کہ حدیث پاک ہے اِنَّمَا الْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ بے شک حیا ایمان میں سے ہے۔اور دوسری ایک حدیث پاک میں ہے کہ: ایمان اور حیاء اکٹھے رہنے والے دو ساتھی ہیں جب ایک اٹھ جاتا ہے تو دوسرا بھی اٹھ جاتا ہے۔اور جب ایک ہو تو



دوسرا بھی ضرور ہوتا ہے۔(مشکوٰۃ المصابیح حیاء کے بیان میں یہ حدیث پڑھیں) اور غور کریں کہ کون کس لحاظ سے اس حدیث پاک کا مصداق ہے۔ماننے والے یا نہ ماننے والے؟

آخر میں مختصر الفاظ میں سائل (مستفتی) حکیم صوفی محمد بشیر نقشبندی مجددی صاحب اور دیگر جس کو بھی یہ سطور مذکورہ پڑھنے کی توفیق ہو سب سے گزارش ہے کہ اہلِ سنت و جماعت کے عقائد و نظریات اور اعمال و وظائف اور ان کے دلائل و معتقدات کے ثبوت اور ان پر تحقیق کی چھت ایسے ستونوں پر قائم نہیں ہے کہ وہ ستون ہلائیں تو چھت نیچے گر پڑے۔ذرا پیچھے دور صحابہ کرام تک نظر دوڑائیں اور دیکھیں کہ یہ دین اور تمام دینیات اور اسلام و تمام اسلامیات کن کن حضرات کے پاس سے ہو کر اور اس کے مسائل و تحقیقات کس کس مشین اور کس کس چھلنی سے چھن کر ہم تک پہنچے ہیں۔ہم تو ان حضرات کے جوتوں کے نیچے لگی ہوئی مٹی کے برابر بھی نہیں۔ پس آپ مطمئن ہو کر اور ایمان و دین پختہ رکھ کر اپنے دین ایمان، مسلک پر گامزن رہیں۔ان لوگوں کا تو کام اور مشن ہی یہی ہے جس میں یہ لگے ہوئے ہیں کیا ان کے وساوس اور شیطانی خیالات دِلانے سے آپ لوگ دین ایمان چھوڑ دیں گے؟ بفضل باری تعالیٰ ہرگز نہیں۔اور جب کہ یہ بات ظاہر اور بار بار ثابت ہو چکی ہے آج ہی نہیں بلکہ جب سے یہ باطل، بدمذاہب اور بدعقائد فرقے نکل رہے ہیں کہ یہ ہر لحاظ سے جھوٹے، فریبی اور مکار ہیں دراصل یہ دین کی راہ مارنا چاہتے ہیں، تو ان سے بحث و مباحثہ اور ان کی باتیں سننے یا سن کر دل پر رکھ لینے کا کیا مطلب ہے۔آپ لوگ اپنے کام سے کام رکھیں اور آخرت کی تیاری میں مگن رہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کی رضاجوئی میں لگے رہیں۔ان دین ایمان کے لٹیروں سے الجھنے سے کیا حاصل؟ فقط

تمت بالخیر

9 محرم الحرام 1431ھ بمطابق 27-12-09

# ماخذ و مراجع


| | |
|---|---|
| قرآن پاک | |
| الجامع الصحیح للبخاری | امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ہجری |
| الجامع الصحیح للمسلم | امام ابوالحسین مسلم بن حجاج القشیری متوفی ۲۶۱ ہجری |
| الجامع للترمذی | امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی ۲۷۹ ہجری |
| سنن ابی داؤد | امام سلیمان بن ابوداؤد اشعث متوفی ۲۷۵ ہجری |
| سنن ابن ماجہ | امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ ہجری |
| المستدرک للحاکم | امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری م ۴۰۵ ہجری |
| المسند امام احمد بن حنبل | امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ ہجری |
| مشکوٰۃ المصابیح | امام شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ ہجری |
| مصنف عبدالرزاق | امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ ہجری |
| سنن دارمی | امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی متوفی ۲۵۵ ہجری |
| مجمع الزوائد | حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ ہجری |
| المعجم الکبیر | حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد ایوب اللخمی م ۳۶۰ ہجری |
| الجامع الصغیر | علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ہجری |
| بیہقی | امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی ۴۵۸ ہجری |
| دار قطنی | امام علی بن عمر دار قطنی م ۳۸۵ ہجری |
| ابن عساکر | حافظ ابوالقاسم علی بن حسین شافعی المعروف بابن عساکر متوفی ۵۷۱ ہجری |
| ریاض الصالحین | امام یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ہجری |
| مسند ابی یعلیٰ | حافظ احمد بن علی المثنی التمیمی متوفی ۳۰۷ ہجری |
| تعاریف امام مناوی | علامہ عبدالرؤف مناوی |
| عمدۃ القاری | علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ہجری |
| فتح الباری | شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ ہجری |
| الحاوی للفتاوی | علامہ امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ہجری |
| تفسیر بغوی | حضرت ابوالحسین امام بغوی |
| تفسیر طبری | امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ ہجری |
| تفسیر ابن کثیر | حافظ ابوالفدا عمادالدین ابن کثیر ۷۷۴ ہجری |
| تفسیر کبیر | فخرالدین محمد بن ضیاءالدین بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ہجری |
| تفسیر روح المعانی | ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی م ۱۲۷۰ ہجری |
| تفسیر در منثور | علامہ امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ہجری |
| فتاویٰ رضویہ شریف | امام اہلسنت امام احمد رضا خان بریلوی متوفی ۱۳۴۰ ہجری |
| احیاء العلوم | حجۃ الاسلام امام محمد الغزالی |
| شرح صحیح مسلم | امام یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ہجری |
| مرقاۃ | علامہ علی بن سلطان محمد بن علی القاری ۱۰۱۴ ہجری |
| مشارق الانوار | علامہ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ ہجری |
| المفردات | امام حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ہجری |
| نہایہ | علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ ہجری |
| تہذیب الاسماء واللغات | علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ہجری |
| لسان العرب | علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ ہجری |
| تاج العروس | سید مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ ہجری |
| فتاویٰ حدیثیہ | علامہ ابن حجر الہیثمی مکی ۹۷۴ ہجری |